مزامین

علی رضا احمد



خوبصورت، معیاری کتابیں

القمر انٹرپرائزز

اہتمام: محمد سعید اللہ صدیقی

ISBN: 978-969-8980-67-2

مطبع : آر آر پرنٹرز

قیمت : **450** روپے

اشاعت اوّل: دسمبر **2018**ء

تدوین : فائق علی رضا

لے آؤٹ : خلدون علی رضا

پروف ریڈنگ : مس خالدہ سلمان

انتساب

شگفتہ تحریریں اُستوار کرنے والوں کے نام
جنہیں تخلیق کاری میں بعض اوقات
مضطرب ومتامل ومغموم ہونا پڑتا ہے
مگر وہ تصنیفی تعمیری اور تسطیری تحرک
جاری رکھتے ہیں اور کبھی تعصب
تشکیک اور تضاد سے کام نہیں لیتے۔

مصنف کی دیگر کتب

☆....... مزاح راہ

☆....... ایرے غیرے

☆....... دجی آں

Contact: رابطہ مصنف

Email: alirazaahmad@hotmail.com

facebook.com/alirazaahmadwriter

فہرست

پُرامن ''مزاح مین''

ایک جگہ چند بزرگ بیٹھے تھے، اتنے میں ایک نئے بزرگ وہاں تشریف لائے اور سلام دعا کے بعد بیٹھ گئے۔ کسی نے احتراماً پوچھا کہ ''حضور آپ کس کے مرید ہیں؟'' نئے آنے والے بزرگ بولے''میں اپنے پیرومرشد کا نام بغیر وضو کے نہیں لے سکتا''۔ اس کے بعد وہ اٹھے، وضو کیا اور زاروقطار رونے لگے، اتنا روئے اتنا روئے کہ دامن گیلا ہوگیا، پھر انتہائی عقیدت واحترام سے بولے''میں اپنی بیوی کا مرید ہوں۔'' یہ سنتے ہی سارے بزرگ بے اختیار یک زبان ہوکر بولے''ماشاءاللہ! آپ تو ہمارے ہی پیر بھائی نکلے۔''

علی رضا احمد بھی مزاح نگاری کے ''فرقہ قاسمیہ'' سے تعلق کی بناء پر ہمارے پیر بھائی ہیں۔ استادمحترم عطاءالحق قاسمی صاحب کے شاگردوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے، مجھے یقین ہے عنقریب ان کے اتنے شاگرد ہوجائیں گے کہ استادمحترم چاہیں تو احتجاجاً ایک دن کے مختصر نوٹس پر کسی بھی شہر کی مزاح نگاری وغیرہ بند کروا سکتے ہیں۔ میں اس سے قبل ان کی دو کتابیں ''دھجی آں'' اور ''ایرے غیرے'' سے بھی لطف اندوز ہو چکا ہوں۔ ''مزاح راہ'' ان کی تیسری کتاب ہے۔ نئی کتاب لانے سے پہلے پرانی سے اجازت لینا بہت ضروری ہے ورنہ تخلیقی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ علی رضا احمد کے اندازتحریر سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تیسری کتاب ،پہلی دونوں کتابوں سے بھرپور مشورے اور اجازت کے بعد لائے ہین ۔یہی وجہ ہے کہ وہ تینوں کتابوں کے حقوق پورے کرتے نظر آتے ہیں۔

ایک معروف کالم نگار بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آدھے سے زیادہ کالم باتھ روم میں بیٹھ کر تحریر کیے ہیں، ان کی تحریر سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے لیکن

علی رضا احمد کے متعلق میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے اپنے بیشتر مضامین گرمیوں کی چھٹیوں میں لکھے ہیں کیونکہ ایسی شگفتگی اسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جب بچے اپنی والدہ کے ہمراہ ''نانو'' کے گھر گئے ہوں۔ ہمارے ایک دوست کو ان کی اہلیہ نے کہا کہ میں کچھ دن کے لیے اپنی ماں کے گھر جانا چاہتی ہوں۔ پوچھا ''کتنے دنوں کے لیے؟'' کہنے لگیں ''پندرہ دن کے لیے''۔ دوست نے کچھ سوچا اور کہنے لگا ''دیکھئے! اگر آپ پندرہ دن کے لیے جانا چاہتی ہیں تو براہ کرم یہ مدت پندرہ دن ہی ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ آپ چودھویں دن واپس تشریف لے آئیں۔'' علی رضا کی کتاب ''مزاح مین'' سے طبیعت خوش کر دینے والے کچھ جملے ملاحظہ کیجئے...

☆ فلم بنانا کوئی کھیل نہیں، اگر یہ کھیل ہوتا تو فلمیں صرف سیالکوٹ میں بنا کرتیں۔

☆ جسمانی گفتگو سے بھی پرہیز ضروری ہے کیونکہ بعض اوقات جسم وہ بیان کر دیتا ہے جو زبان بیان نہیں کر سکتی۔

☆ کالا باغ ڈیم نہ بننے کا سب سے زیادہ نقصان گجروں کو ہو رہا ہے۔

☆ اگر کوئی آپ کو پورا سمندر ہی دے دے تو پھر اس سے مچھلی کا تقاضا نہ کریں۔

☆ پنجاب میں اگر کوئی شخص اپنی ایک ٹانگ اور بازو سے محروم ہو کر ہسپتال پہنچ جائے تو عیادت کرنے والے پھر بھی یہی پوچھتے ہیں ''ہور کی حال اے''

☆ ناکام لیڈر کباڑیئے کی طرح ہوتا ہے، اس کے پاس کئی کاروں کا انبار ہوتا ہے لیکن وہ ان سے ایک کار نہیں بنا سکتا۔

☆ کامیاب خاوند وہ ہوتا ہے جو اپنی بیوی کے خرچے سے بڑھ کر کمانے کی کوشش کرے اور کامیاب بیوی وہ ہوتی ہے جو ایسا محنتی خاوند تلاش کر لے۔

☆ ہمارے کئی سیاستدان عمر کے اس حصے میں پہنچ چکے ہیں کہ اب تو کمزوری کے باعث ہاتھوں سے وکٹری کا نشان بھی نہیں بنا سکتے۔

علی رضا احمد لفظی توڑ پھوڑ سے مزاح تخلیق کرنے میں ماہر ہیں، ان کا جملہ طوالت

اختیار نہیں کرتا، انہیں احساس ہے کہ جملے کی غلیل کو کتنا کھینچنے سے مطلوبہ ہدف حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اِس کتاب میں علی رضا نے اپنے بعض مضامین میں اپنی ذاتی مزاحیہ شاعری کا تڑکا بھی لگایا ہے جنہیں پڑھ کر مجھے کامل اطمینان نصیب ہوا کہ شکر ہے میرا مزاح نگار دوست ہمیشہ ایک شگفتہ نثر نگار ہی رہے گا۔ مزاح نگاروں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ شاعروں کی طرح ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہوتے، ساری ساری رات مشاعروں کی طرح ''مزاح رے'' نہیں کرتے، خوش لباس ہوتے ہیں اور اپنی تحریر کی طرح ترو تازہ نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اصناف نثر میں مزاح کو ''صنفِ نازک'' کی حیثیت حاصل ہے لہذا اس کا خیال بھی صنفِ نازک کی طرح ہی رکھنا پڑتا ہے یعنی بلاوجہ کی طبع آزمائی سے مکمل اجتناب۔ علی رضا احمد کی اِس ہنستی مسکراتی کتاب کا انتساب بڑا عجیب ہے، لکھا ہے:

''اُن خوبصورت جوڑوں

کے نام جن ... کا

درد

کا رشتہ قائم ہے''۔

غالباً یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کا انتساب ''جوڑوں کے درد'' کے نام کیا گیا ہے۔ اسی سے مصنف کے حالات اور آلات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مزاح نگاری میں ہنستے ہنستے آنکھیں نم ہوجانے کا سامان نہ ہو تو وہ محض یکطرفہ ٹریفک بن کر رہ جاتی ہے، علی رضا احمد کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ طنز و مزاح میں ''طنز اور مزاح'' کے تناسب سے بخوبی آگاہ ہیں۔ طنز کسی بھی جملے کی جان بھی ہوتا ہے اور جان نکال بھی لیتا ہے، لیکن جب طنز کا نشتر حقیقت کے کرب میں مبتلا کردے تو ہاتھ سیدھا کلیجے پر پڑتا ہے۔ علی رضا احمد لکھتے ہیں 'محتاج کی ایک کمزوری یہ ہوتی ہے کہ وہ فریاد کرسکتا ہے، فرمائش نہیں'' اسی طرح ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''بعض لوگ گیدڑ سنگھی کے بل

ہوتے پر شیر بننا چاہتے ہیں......!!!علی رضا مزاح نگاری میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں لیکن چونکہ درویش طبع ہیں اس لیے انہیں خود بھی اپنے مقام کا اندازہ نہیں، بالکل ہمارے ایک شاعر کی طرح جو کہتے ہیں کہ میں بہت بڑا شاعر ہوں لیکن کسی کو بتاتا نہیں، انہی شاعر صاحب نے ایک دفعہ اپنا مجموعہ کلام مجھے عنایت فرمایا اور بولے ''یہ کتاب میں نے اتنی محنت اور عرق ریزی سے لکھی ہے کہ کئی دفعہ پاگل ہوتے ہوتے بچا ہوں'' میں نے کہا ''یہ آپ کا وہم ہے۔''

علی رضا احمد کی ''مزاح مین'' فکاہیہ ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے ورنہ کئی مزاح کے نام پر کئی ایسی کتابیں بھی پڑھنے کو مل رہی ہیں جنہیں ایک دفعہ پڑھ لیا جائے تو ہنس ہنس کر برا حال ہو جاتا ہے۔ مجھے امید ہے اِس تیسری کتاب کے بعد علی رضا احمد کی تخلیقی صلاحیتیں کم ہونے کی بجائے اور بڑھیں گی اور بہت جلد وہ ہمیں چوتھی کتاب ''باریکیاں'' کی خوشخبری بھی سنائیں گے کیونکہ مزاح کی کسی بھی کتاب کا شائع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا ابھی مزاح نگاروں سے مایوس نہیں ہوا۔

نوخیزیاں / گل نوخیز اختر

شاباش علی رضا احمد شاباش

ہنسا ہنسانا کوئی آسان کام نہیں خصوصاً ہمارے ماتمی میڈیا کے ہوتے ہوئے اگر کوئی مائی کا لال کسی ہونٹوں پر تبسم بکھیرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اسے تمغہ شجاعت ملنا چاہئے مگر صورتحال یہ ہے کہ مزاحیہ مشاعروں میں خود عوام کو ہنسانے والوں کے غم زدہ چہرے اس وقت دیکھنے والے ہوتے ہیں جب ان کا کوئی ہم عصر اپنے سننے والوں کو ہنسا رہا ہوتا ہے ان غم زدہ شاعروں کو غالباً یہ خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ اگر سامعین نے ہنسنے کا سارا کوٹہ اس شاعر پر خرچ کر دیا تو ان کی باری آنے پر کسی کے نہ ہنسنے کی وجہ سے ان کی مارکیٹ خراب ہو جائے گی۔ میرے نزدیک جو شخص ہنستا ہے اور جو ہنساتا ہے اصولاً اسے بڑے دل کا مالک ہونا چاہئے مگر بعض صورتوں میں ایسا نہیں ہے چنانچہ مجھے ان لوگوں سے ڈر لگنے لگتا ہے جن کے چہرے پر کسی اچھے جملے یا کسی اچھے شعر کا کوئی ردعمل ظاہر نہ ہو۔ مجھے یہ لوگ خطرناک لگتے ہیں اللہ جنت بخشے میرے اسکول کے زمانے میں ایک استاد ہنسنے کے سخت خلاف تھے وہ کہا کرتے تھے اگر میرے بس میں ہو تو جو ہنسے اسے پھانسی پر لٹکا دوں چنانچہ ہم بچے ان کی اس بات پر ہنسا کرتے تھے انہیں اگر پتہ چل جاتا کہ بچوں کو ان کی اس بات پر ہنسی آتی ہے تو وہ کبھی ایسی بات نہ کرتے!

تاہم ان سطور کے مطالعہ کے بعد کوئی صاحب تحریری طور پر یا زبانی طور پر کسی کو ہنسانے کی کوشش نہ کریں کہ یہ عمل پل صراط سے گزرنے کے مترادف ہے اگر کامیابی سے گزر گئے تو سبحان اللہ اور اگر ذرا سی لغزش ہوئی تو قعر مذلت میں جا گریں گے۔ انسان کوشش کر کے سنجیدہ ہو سکتا ہے مگر کوشش کر کے وِٹی (WITTY) نہیں ہو سکتا۔ میرے ایک دوست ہر وقت اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ محفلِ یاراں میں ان کی زندہ دلی کی دھاک بیٹھ جائے اور یوں انہیں ہاتھوں ہاتھ

لیا جائے مگر وہ اتنا جلا بھنا جملہ کہتے ہیں کہ ان کی ہاتھوں ہاتھ لئے جانے کی خواہش فی البدیہ پوری ہو جاتی ہے تاہم اس ہاتھوں ہاتھ کا فوری تعلق ہاتھا پائی سے ہوتا ہے اور جہاں تک مزاح لکھنے کا تعلق ہے یہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وقت صرف ہمارے ہاں نہیں، پوری دنیا میں مزاح نگار ڈھونڈنا اتنا مشکل نہ ہوتا اور عجیب بات ہے کہ عورتوں میں کوئی ایک بھی مزاح نگار نہیں، میں مزاحیہ شاعری کی نہیں نثر کی بات کر رہا ہوں ہماری خواتین کو تو ہانڈی روٹی سے ہی فرصت نہیں ملتی انہیں دو وقت کی روٹی کی بھی فکر لاحق رہتی ہے چنانچہ جب ایک شوہر نے گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی بیوی سے کہا کہ آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو تو وہ غصے سے بولی ایک تو گھر میں آٹا ختم ہے، منا بھی بیمار ہے اور اوپر سے تم شراب پی کر آ گئے ہو؟

یہ بے چاریاں ہنسیں گی کیا اور ہنسائیں گی کیا؟ بندہ تو انہیں لطیفہ سنا کر پچھتاتا ہے کہ لطیفے کے اختتام پر وہ پوچھتی ہیں اس کے بعد کیا ہوا؟ ان کے خیال میں لطیفہ اس وقت ختم ہوتا ہے جب اس کے اختتام پر کوئی سیٹی بھی سنائی دے!

دوستو، یہ وہ صورتحال ہے جس کے سبب جب ہمارے کسی مزاح نگار کی ولادت ہوتی ہے تو ہمارے ادب میں یہ روز، روزِ سعید سمجھا جاتا ہے گو علی رضا احمد اب اتنا بھی نومولود نہیں کہ کھسرے آ کر ودائیاں مانگنے لگیں، لیکن آج اس کی رونمائی کا دن ضرور ہے وہ ایسے کہ اپنی پہلی دو کتابوں کے بعد اپنی تیسری کتاب ''مزاح راہ'' کے ساتھ وہ چوکڑیاں بڑھتا نظر آیا ہے۔

علی رضا احمد کی یہ کتاب اس کے ان کالموں کا انتخاب ہے جو وہ ایک اخبار کے لئے لکھتا ہے اخبار کی زندگی ایک دن کی ہوتی ہے لیکن یہ لکھنے والے پر منحصر ہے کہ اس کی تحریر کی ایک دن کی زندگی شیر جیسی ہے یا گیدڑ جیسی ہے۔ علی رضا کی تحریر میں اتنی طاقت اور توانائی ہے کہ اس کے لکھے ہوئے کئی فکاہیہ کالم ادب میں جگہ پانے کے قابل ہیں اور ادب کی زندگی ایک دن کی نہیں ہوتی۔ ٹوٹا پھوٹا مزاح میں بھی لکھ سکتا ہوں اور مزاح لکھنے والے کو گدگدی کرنا کوئی ایسا مشکل کام بھی نہیں لیکن علی رضا احمد نے کچھ ایسی ترکیبیں وضع کی ہیں کہ لبوں پر تبسم آئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا مثلاً

پبلک واش رومز میں جس طرح کی عبارتیں لکھی ہوتی ہیں اس کے پیش نظر اس نے واش رومز کو اوباش روم قرار دیا ہے۔ بیت الخلاؤں میں تصویر کشی بھی نظر آتی ہے اور یوں علی نے ایسی تصویر کشی والے بیت الخلاؤں کو بیت الخلائی گیلری قرار دیا ہے سب سے مزے کی ترکیب ''منہ بولا خاوند'' کی ہے اسی طرح کچھ فلمی خواتین کو ان کی شادیوں اور پھر طلاقوں کے حوالے سے اس نے عدت پسند قرار دیا ہے۔ علی کے کچھ جملے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

☆ فلم اور سیاست میں کوئی چیز حرف آخر نہیں ہوتی۔

☆ عدالتی مسائل پر ہنس ہنس کر اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے!

☆ ایئر پورٹ پر ہونے والے اعلانات میں سے ایک اعلان! کوئی شخص کاؤنٹر پر اپنا آلہ سماعت بھول گیا ہے اگر وہ یہ اعلان سنے تو نشانی بتا کر لے جائے!

یہ صرف مشتِ نمونہ از خروارے ہیں ورنہ اس کتاب کے ہر صفحے پر آپ کو چمکتے دمکتے ہوئے جملے ملیں گے۔ علی رضا احمد کے بارے میں ایک بات اور بتانے کی ہے کہ اس کا مزاح صرف ہنسانے کے لئے نہیں ہمیں کوئی بات سمجھانے کے لئے بھی ہے صرف ہنسانا بھی اپنی جگہ ایک احسن فعل ہے لیکن اگر کسی مزاح نگار کی تحریر ہمیں غور وفکر پر بھی مجبور کرتی ہے تو اس کے 25 نمبر علیحدہ ہیں اور علی یہ اضافی نمبر کبھی نہیں چھوڑتا۔ علی ایک نہایت مودب نوجوان ہے وہ معاشرے میں ایک باعزت مقام کا حامل ہے۔ اخبار کا کالم نگار ہے مگر عجز وانکسار کا پیکر ہے چنانچہ ایسے لوگوں کا ہر قدم آگے ہی کی طرف اٹھتا ہے جن لوگوں کو اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہضم نہیں ہوتیں انہیں چلتے چلتے اچانک ریورس گیئر لگ جاتا ہے میں نے ایسے کئی کیس دیکھے ہیں جس کے نتیجے میں وہ بالآخر مینٹل کیس ہو چکے ہیں!

ایک اور بات! علی رضا احمد صرف عمدہ مزاح نگار ہی نہیں وہ بہت پڑھا لکھا بھی ہے اس کا انگریزی اور اردو ادب کا مطالعہ اس کی تحریر کی اضافی خوبی کا باعث بنتا ہے، تاہم بہت اچھی بات یہ ہے کہ اس کی تحریریں اس کا علم شوربے کے اوپر تیرتے ہوئے تیز مصالحے کا نہیں بلکہ

اس کی تحریر میں رچا بسا نظر آتا ہے اور یوں اس کی لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور آخر میں مجھے اس امر پر اظہار افسوس کرنا ہے کہ میں عمر کے اس حصے میں پہنچ چکا ہوں جب انسان کو خواہ مخواہ اپنی بزرگی کی لاج رکھنے کے لئے بزرگانہ لہجہ اختیار کرنا پڑتا ہے مگر میرا پرابلم یہ ہے کہ ایسے موقع پر مجھے ہنسی آ جاتی ہے چنانچہ میں اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش میں علی رضا احمد کو تھپکی دے رہا ہوں اور پکا سا منہ بنا کر کہہ رہا ہوں شاباش، علی رضا احمد شاباش!!!

روزن دیوار سے / عطاالحق قاسمی

کچھ تو کہئے کہ لوگ کہتے ہیں...

ایک زمانہ تھا لوگ ہڈیوں اور درخت کے پتوں پر اپنی تخلیقات کو دامنِ تحریر میں لایا کرتے تھے مگر میں نے اپنی ''مشق وری'' کا آغاز ہاسٹل کے کمروں دروازوں اور نوٹس بورڈز سے کیا۔ جیسے ایک نیا گلوکار پرانے گانوں کوری مکس کر کے ریکارڈنگ کرواتا ہے اسی طرح ہاسٹل کے دروازوں پر چاک وغیرہ سے لکھے ناموں اور نوٹس بورڈز پردی ہوئی ہدایات میں خفیہ طریقے سے ٹمپرنگ کر کے میں نے اپنی فکاہیہ سخن وری شروع کی۔ اس دور میں کی گئی تحریری شرارتیں ذہن سے کافی حد تک مٹ چکی ہیں لیکن کچھ ابھی لاشعور میں موجود ہیں۔ ہمارے ہاسٹل کے کمرے کے ایک دروازے پر نام خواجہ سراج لکھا ملا تو جیسے ہی اس پر نظر پڑی آخری جیم کو مٹا دیا گیا اور وہاں سے جیم کو اٹھا کر نیچے لکھے انور کے الف سے پہلے لگا کر دونوں ناموں کی باہمی جنس بدل دی گئی اور وہ دونوں حضرات اسے دیکھ کر فکرمندی میں رات گزارتے نظر آئے۔ جب ایک دوسرے دروازے پر لکھے جہلم ہاؤس کو جہنم ہاؤس میں تبدیل کیا گیا تو ہاسٹل کا ٹمپریچر خاصا بڑھا ہوا محسوس ہوا اور اسی طرح طور ہاؤس سے پہلے ''ف'' اور خان ہاؤس سے پہلے ''تر'' لگا کر نیا فتور مچایا گیا۔ اُن دِنوں سرفراز اور رانی کی شادی کا چرچا عام تھا چنانچہ سرفراز درانی کی دال مٹا کر اس کا بھی ڈنکا بجایا گیا۔ دریں اثناء سرفراز اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اپنے اس بدلے ہوئے نام کو دیکھتا جاتا تھا اور بعد ازاں موقع پر سے فنگر پرنٹ حاصل کر کے ''ملزم'' کا سراغ لگاتے اور پھر اسے کوستے بھی پایا۔ چوہان کی نون مٹا کر اور انگریزی میں لکھے Saad سے پہلے ایف لگا کر کچھ ایسا ہی کیا گیا۔ اسی علاقے کے ایک عطائی دندان ساز کے دروازے پر یہ لکھا:

یہاں دانتوں کی ہر بیماری کا دندان شکن جواب دیا جاتا ہے

اور آنکھوں کے طبیب کی دوکان پر یوں لکھا گیا:

انقلاب انقلاب سفید موتیا کا آنکھ پھوڑ جواب

یہ اہتمام رات کے پچھلے پہر ہوتا تا کہ اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جوتے چھوڑ کر بھاگنے میں پریشانی نہ ہو۔اس زمانے میں میری طرف سے لکھے گئے خطوط کے بارے میں بھی ایک اچھا فیڈ بیک آیا کرتا تھا چنانچہ موقع پاتے ہی تقریباً دو دہائیاں قبل ارد گرد اور گرد و نواح کے حالات پر''گرد و مزاح'' لکھنے کا باقاعدہ فیصلہ کیا۔خیر یہ تو میرے لکھنے کے آغاز کے متعلق چند ابتدائی باتیں تھیں۔اب یہ میری نئی کتاب پیش خدمت ہے جس کے کچھ مضامین مختلف پرچوں میں چھپ چکے ہیں اور کچھ نئی تحریریں بھی اس میں شامل ہیں اور جیسا کہ غالب نے کہا تھا ...

''کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں''

علی رضا احمد

یکم جنوری 2018

مودی ٹی اسٹال

بھارتی وزیراعظم مودی کی دلچسپی بچپن ہی سے ''ب'' والے ناموں پر ہی اٹکتی ہے اور وہاں وہ بالکل ''ب لگام'' نظر آتے ہیں جیسے بنگلہ دیش میں اس نے سینہ بجا کر کہا تھا کہ بنگلہ دیش کی علیحدگی میں اس کا بھی ''بازو'' تھا۔آج کل اس کی بلوچستان،بلتستان بارہ مولا اور بگٹی کے بارے بیان بازی آرہی ہے مگر اس کے اپنے ملک میں کئی ''بھنگڑا دیش'' بننے جارہے ہیں اس کا ڈھول بھی یہ خود بجا رہا ہے۔

مودی کے بارے میں بین الاقوامی طور پر مشہور ہے کہ یہ جس ملک جاتے ہیں وہاں صورت حال بھیانک ہوجاتی ہے۔ان کے ایک غیر سیاسی آرٹ کو تسلیم کرنا پڑے گا وہ یہ کہ دنیا کے تمام لیڈران کو ہاف سیٹ چائے پیش کر کے پورا سیٹ کرنے کوشش میں کامیاب رہتے ہیں۔امریکی صدر کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی کیا تھا حالانکہ وہ فرسٹ لیڈی کو پہلے پیش کرتے تو Ladies First والی فراست سمجھ آتی۔اسی لئے مودی کے پوچھنے پر کہ

How was the Tea Sir?

تو یقیناً یہی جواب ملتا ہے "Tastety Tea-ser Man"

اگر اسی بات پر ان کا آپس میں جھگڑا ہو جاتا تو درمیان میں کون آتا؟ صرف بان کی مون بطور تھرڈ ایمپائر...مودی اپنے ذاتی مقصد کے لئے کبھی چائے پیش نہیں کرتا بس اس کی عادت بن چکی ہے کہ وہ ایک "Tea Bagger" لگے مگر اپنی عوام کے لئے امریکہ و یورپ کا ویزہ ضرور چاہتا ہے...بھلے مغربی لیڈر چائے کے جتنے مرضی شوقین ہیں مگر وہ یورپ سے باہر چائے سے ایسے ہی کتراتے ہیں جیسے مودی بھارت سے باہر لسی پینے سے...لیکن شاید انہیں گن

پوائنٹ کی بجائے مودی ٹی پوائنٹ سے پوائنٹ سکور کرنا ہوتا ہے۔اس نے اوبامہ کو دورہ انڈیا کے دوران اس لئے ''سٹرونگ'' چائے پیش نہیں کی تھی کہ اس روز کشمیر میں مکمل بلیک ڈے تھا ورنہ چائے پانی سے کام چلانا بھی اسے بھرپور آتا ہے۔

بچپن میں اس کا اپنا تعلیم کی طرف اتنا رجحان نہیں تھا جتنا اب ہے۔اس کا تو یہ حال تھا جب بچے سکول جارہے ہوتے یہ واپس آرہا ہوتا تھا کہ چائے کی طلب ہو رہی ہے چنانچہ کچھ بچے پروان چڑھ گئے اور کچھ بھینٹ....یہ ان دنوں کی بات ہے جب ''لوگ کار لیتے تھے اور یہ ڈکار لیتے تھے'' اس کے ماتا پیتا نے اسے سب سے پہلے درزی کے ہاں لگوایا مگر ہر روز وہاں سے قینچی ہاتھ پر لگوانے کی خبر ملتی اور استاد سے گز علیحدہ کھانا پڑتے بالآخر وہاں سے اپنا ''بٹوارا'' کرلیا...

آڑھت کے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہیں لیکن اس کے گھر والوں نے اسے

''اُستراہٹ''

یعنی حجامت سازی کے کام پر ڈال دیا۔ایک دن ایک سردار جی کے کانوں سے بال تراشتے ہوئے ان پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی حالانکہ سردار جی کی طرف سے ایک مختصر آرڈر کانوں کی بیرونی دیواروں کی صفائی کا تھا۔سردار غصے میں یہ کہتا ہوا وہاں سے اٹھا کہ پتر ہم ساری دنیا کے کان مروڑتے ہیں اور تو میرے کان کترنے کی کوشش میں ہے۔گھر والوں کو جب اس واقعہ کی کانوں کان خبر ہوئی تو انہوں نے اسے یہاں سے نکال کر مالیوں کے کام میں لگا دیا جہاں اس کے ہاتھ میں ایک بڑی قینچی دیکھ کر گھر والوں کے کان پھر کھڑے ہوئے۔بس یہ قینچیوں سے چھٹکارے کا آخری دن تھا اور گھر والوں نے اسے واپس ''اپنی چائے'' پر بلالیا۔

سکول کے زمانے میں جب اس نے اپنا نام N.D. Modi لکھنا شروع کیا تو بچے اسے Non Drinker Modi کہا کرتے تھے کیونکہ اس وقت یہ پیتے نہیں تھے اور اب چھوڑتے نہیں۔ایک وقت تھا جب اس نے کنٹین میں یہ لکھ کر لگایا ہوتا تھا

''چائے جتنی بھی لذیز ہوتی ہے...اس میں اتنی disease ہوتی ہے''

اب اسے چائے بنانے اور پینے کا اتنا تجربہ ہو چکا ہے کہ ٹھنڈی چائے پی کر زور سے ہاتھ مَل لیتا ہے اور خود کو گرم کر لیتا ہے۔ اپنے ساٹھویں جنم دن کے بعد ہر سال چائے کی سالگرہ بھی مناتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس دن sixtea کپ پیئے جائیں اور جس کپ میں یہ چائے پیتا ہے اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اسے کسی کمپنی نے نہیں کنٹریکٹر نے بنایا ہے پھر بھی اس کی نظر کپ سے زیادہ چائے پر ہوتی ہے اور اسی فن کی بدولت اس نے سیاست دانوں سے راہ و رسم بڑھانے کی کوشش کی اور چھوٹے سیاست دانوں سے لے کر اٹل بہاری واجپائی کو چائے پیش کرنے کا موقع ملا۔ عام طور پر لوگ سیاست میں قدم رکھتے ہیں مگر اس کو ''کپ'' رکھنا پڑا۔ چنانچہ چائے بنانے کے فن میں ڈھنگ سے ڈھونگ رچانے میں کامیاب رہا...دریں اثنا اس کا اصول یہ بن گیا'' بکرا نہیں تو اک بوٹی صحیح...بھاگتے چور کی لنگوٹی صحیح''

اب تو مذہبی آڑ میں بنائی گئی بھارتیہ جنتا پارٹی کا پالیسی نعرہ کی تبدیل ہو کر بھارتیہ ٹی پارٹی بن گیا ہے بلکہ اب اس کے سیاسی حلقوں میں نئے محاورے فروغ پا چکے ہیں:

Where there's Tea, threre's Modi

اور'' گائے وہ جو چلائے...چائے وہ جو نچائے'' دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی وہ چیزیں ہیں جن کا نام بھی مختصر ہوتا ہے یعنی چائے...گورے تو صرف T سے کام بھی چلا لیتے ہیں

آج کل رادھانی کی کیبنٹ ڈویژن میں کسی سیکریٹری کا چناؤ یا برخواستگی کی وجہ بھی کچھ اسی بنا پر ہوتی ہے کہ اس نے مجھے چائے نہیں پوچھی۔ شجھاتہ سنگھ کو برخاست کر کے سبرامنیم جے شینکر کو سیکریٹری فارن افیئرز لگانے میں بھی ایسے ہی الزامات محسوس ہو رہے ہیں۔ اپنے ایک سیکریٹری کو اس بنا پر تبدیل کر دیا کہ وہ ٹی ٹائم میں کافی پی کر خلاف ورزی کر رہا تھا۔ سیکرٹری خارجہ امور شجھاتہ کو بدلنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مودی نے پوچھا ہو گا کہ فلاں خط کتنی دیر میں تیار ہو گا اس نے صرف اتنا کہا ہو گا کہ Sir آپ کے دو کپوں کی مار ہے!

اثنائے حال اس کا یقین اس حد تک پختہ ہو گیا ہے کہ یہ چائے کے انکاری کو'' دلت'' قرار دے مارے گا بلکہ کپ میں کم پتی ڈالنے والی ناری کو'' کپتی'' کہنے سے بھی نہیں گھبراتا۔ دنیا میں ہر جگہ خاص سیاسی کچن کیبنٹ ہوتی ہے لیکن اس نے اپنی ہائی ٹی سٹال کیبنٹ بنا کر رکھی ہے جہاں گفتگو کی بجائے'' جگتجو'' سے کام چلایا جاتا ہے۔ جب سے اسے پتا چلا ہے کہ چائے کا آغاز چین سے ہوا تھا تو اس نے فوری طور پر چین کے دورے کو ہی مقدم رکھا۔ کسی نے پوچھا چائے میں چینی کیوں نہیں ڈالتے ؟ کہنے لگے مجھے اس سے الرجی ہے بعد میں پتا چلا انہیں شوگر ہے۔ ایک اور مداح نے پوچھا کرکٹ سے کیوں لگاؤ نہیں؟ تو الٹا اس سے پوچھنے لگے کہ کیا اس میں penal-tea ہوتی ہے؟

پوچھا گیا بھارت کا کون سا شہر پسند ہے کہنے لگا Goha-tea پھر ان سے یہ بھی پوچھا گیا مودی صاحب آپ نے ہر "commoditea" پر عوام کو ٹیکس کا'' Teaka'' لگایا ہے لیکن چائے پر الٹا کم کر دیا تو کہنے لگے ایک گھر تو ڈائن بھی چھوڑ دیتی ہے۔ دریں اثناء پوچھا گیا کہ اکٹھے سات گھر ہی کیوں چھوڑ نہیں دیتے ؟ کہنے لگے کہ کیا میں خود کو ڈائن منوالوں؟

کبھی بھولے سے اس کے منہ سے یہ بھی نکل جاتا ہے گاڑی سے میرا ٹی بیگ نکال لاؤ۔ کئی لوگ منوں وزن اٹھا کر اپنا وزن بڑھا لیتے ہیں اور کئی صرف شرمندگی اٹھا کر اخلاقی وزن کم لیتے ہیں۔ یہ اپنے ہی کپ کے ٹی بیگ پر اتنا پریشر ڈالتے ہیں کہ وہ چمچے سے یوں شکایت کر رہا ہوتا ہے کہ مودی صاحب آپ میرا'' بھرکس'' کیوں نکال رہے ہیں؟

ٹی she کا معاملہ تو قدم بہ قدم اس کے ساتھ جڑا ہے اس نے اپنی'' شی'' کو ایک عرصہ قبل عجلہ عروسی میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لی تھی۔ اس سے کوئی بیوی بچوں کے بارے پوچھے تو پیالی میں طوفان برپا کرنے کی بجائے کپ، ٹی پاٹ .... ٹرے سمیت اس کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس دوران چائے کی چینک شرما کر اپنے سر پر ٹی کوزی اوڑھ لیتی ہے۔

اگر یہ سیاست دان نہ ہوتا تو ہوٹل پر Tea-cher ضرور ہوتا مگر دوسری طرف اس کی

سابقہ بیوی جشودا بین ہر وقت یہ بین کرتی ہے کہ جب میں گاؤں میں باہر نکلتی ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو مودی کی بارات جارہی ہے مگر میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ چائے کتنی دیر تک مودی کی Better half ثابت ہوسکتی ہے ...چائے سے ایک عجیب بات یاد آئی چرچل، سٹالن اور روز ویلٹ تینوں تمباکونوش مشہور تھے مگر نازیوں نے تمباکونوشی کے خلاف شدید مہم چلائی کہ نسلوں کو کمزور کرتی ہے کیونکہ اتفاق سے میسولینی، فرانکو اور ہٹلر تمباکونوش نہ تھے۔ بدقسمتی سے بی جی پی کا جو بھی وزیراعظم آیا وہ اپنے ساتھ گھٹنوں کے درد کا تحفہ ضرور لایا مگر مودی کے گھٹنوں کے قریب ایک بھی سردار نظر نہیں آتا اور اپوزیشن مودی کو صرف tea سے tease کرنا چاہتی ہے۔

ایک دفعہ ایک محفل میں رات کے کھانے کے بعد یہ سب اونچی آواز میں میوزک سے لطف اندوز ہو رہے تھے مگر کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے اسے پیٹ میں ریح محسوس ہوئی اس نے سوچا کہ شور بہت ہے اور یہیں فراغت حاصل کر لیتے ہیں...یکدم لوگ حیران ہو کر ان کے اردگرد اکھٹے ہو گئے اور یہ اپنے کانوں پہ لگے ہیڈفون اتار کر شرمندہ...مودی صاحب!

مگر پاکستانیو ! آپ کے لئے یہ Teaser تفریح فراہم کرتا رہے گا !!!

☆.....☆.....☆

”جانے کہاں میرا جگر گیا جی“

دوسرے عام جانوروں کی طرح چوہے لڑ لڑ کر نہیں مرتے اور نہ ہی وہ آپس میں معاندانہ چستی دکھاتے ہیں بس یہی وجہ ہے کہ ان کی آبادی دنوں میں بڑھتی جاتی ہے بلکہ وہ مذاق میں بھی ایک دوسرے پر فقرہ بھی چست نہیں کرتے کیونکہ ان کے بڑے انہیں بچپن ہی سے سمجھا دیا کرتے ہیں کہ اوہ چوہو! ”انسانوں کی طرح رہو“

اس بات سے فائدہ اٹھا کر انسانوں کے لئے تیار کی جانے والی ادویات کے تجربات ”ان“ پر با آسانی کر دیے جاتے ہیں مگر شاید وہ انسانوں کی طرح ایک دوسرے پر ایسے فقرے بھی نہیں کستے ہوں گے ”یہ وہ بھٹی ہے جس کی چالو بھٹی ہے“ اور دوسرا اس کے جواب میں کہے کہ ”یہ وہ رانا ہے جس کا سارا تھانہ ہے“

واشنگٹن میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق نر چوہے اپنی مادہ کو بلانے کے لئے، بجائے صیغہ واحد حاضر کے استعمال کے، گانا گاتے ہیں۔ برصغیر میں بننے والی فلموں میں گانے آمیزش کا خیال پتا نہیں ہدایت کار کو کس بل میں گھس کر آیا لیکن دور حاضر کے سائنسدانوں کے مطابق چوہے اپنی چوہیا کو اپنے پاس بلانے کے لئے بے ہنگم اور بینیڈ و پکار کی بجائے موسیقی سے مامور سروں کا استعمال کرتے ہیں۔ ماہرین نے ان آوازوں اور گیتوں کا موازنہ ان پرندوں سے کیا ہے جو ایک ردہم اور ترتیب میں ہوتے۔ آواز کی اس پچ کو جب سلوموشن میں چلایا گیا تو وہ ایک مکمل گیت کی صورت سامنے آیا۔

ذرائع کے مطابق چوہا جب جوانی میں اپنا قدم رکھتا ہے تو وہ کاغذ کترتے کترتے، کان کترنا بھی شروع کر دیتا ہے لیکن وہ کبھی کسی سیاسی ناول کے قریب بھی نہیں جاتا۔ اگر مادہ دسترس

سے کافی دور ہو تو اونچے سروں والا گانا شروع کر دیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے گیتوں کی ایک کیسٹ سنانے کے بعد بوڑھا چوہا اپنی چوہیا سے مایوس ہو کر تین حروف بھی اسی "لے" میں سنا دے مگر ان سائنسدانوں کی صحت پر کیا فرق پڑتا ہے انہیں کیا معلوم یہ گالی تھی، گنتی تھی یا گانا...ہیرو نما چوہے اپنی ہیروئن کو مترنم آواز میں یہ گانا بھی سناتے ہوں گے "آ جا آ جا رے تجھ کو میرا پیار پکارے" اور اگر چوہا ذرا ادبی سوچ رکھتا ہو تو اس کا انداز یقیناً مختلف ہوتا ہو گا اور وہ "دل پکارے آ رے آ رے آ رے" کی دھیمی سی لے لگاتا ہو گا...

کسی ماہر نے اپنی تحقیق میں یہ واضع نہیں کیا کہ کیا مادہ بھی اپنے مادھو کو بلانے کے لئے کسی قسم کے گیت کا سہارہ لیتی ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ جب نَر کسی دوسری جگہ قسمت آزمارہا ہو تو وہ یقیناً کسی اور آواز پر کان دھرنے کا نہیں، مگر مادہ کبھی ایسا گانا نہیں گائے گی کہ لوٹ کے آ...لوٹ کے آ "آ لوٹ کے آ جا میرے Rat تجھے میرے گیت بلاتے ہیں" یا

جانے کہاں میرا جگر گیا جی

ہو سکتا ہے کہ کوئی چوہیا یہ بڑ مارے اور سریلے انداز میں کہے کہ میرے والا بڑی بھاری آواز میں گاتا ہے لگتا ہے کہ کوئی پہلوان ریاض کر رہا ہے۔ پوش علاقے کی چوہیا کسی چوہے کو دیکھ کر ملہار میں کہتی ہو گی تمہارا mice بڑا نائس ہے!!! یہاں ایک بات اہم ہے کہ اگر کسی چوہے کا گلا بیٹھا ہو تو وہ آرام سے بیٹھنے کو ہی ترجیح دیتا ہو گا کیونکہ اپنی جگہ کسی دوسرے کلاکار سے مدد لیتے ہی اسے سنگین نتائج بھگتنا پڑ سکتے ہیں۔ یہ مخلوق اپنے کام کو انجام تک پہچانے کے لئے اچھی سے اچھی دھنیں بناتی ہو گی تا کہ رقیب کا منہ بنا رہے چنانچہ نئی لہری قسم کے چوہوں کی ان کے ہاں بڑی قدر ہو گی اور موسیقی بھی ہر دفعہ نئی بنائی جاتی ہو گی ورنہ ان کے چربے سے کوئی دوسرا فائدہ اٹھا جاتا ہو گا۔ اگر بغور دیکھا جائے تو چوہے ایک ہی تھیلی اور تھان کے چٹے بٹے نظر آتے ہیں اور ان سب میں سے وہ "اپنا" کیسے تلاش کرتے ہیں اس مسئلے کا حل کسی سائنسدان کے پاس ہی ہو گا۔

اگر ان کے گانے والی بات صحیح ہے تو چوہوں کے یقیناً ڈسکو بینڈ بھی ہوں گے اور ڈی جے

بھی۔ڈیوڈ ملی بینڈ کے گھر میں پلے چوہے تمام چوہوں کے سرخیل قرار پاتے ہوں گے۔اگر اس کے گھر کا کوئی گوریلا نما گلوکار "technocRat" بننے کی کوشش کرے تو بات اوپر کے تیور سروں تک جاتی ہوگی۔

لندن میں ایک آدمی سٹور میں داخل ہوا اور اس نے ربڑ کا ایک چوہا خریدا اور گھر کو روانہ ہوا راستے میں جگہ جگہ سے دوسرے چوہے بھی اس کے کورس میں شامل ہوتے گئے اس نے آخر میں ان سب کو دریا میں ڈبو دیا اور جلدی سے واپس جا کر سٹور والے سے دوبارہ گویا ہوا

''کیا آپ کے پاس کوئی ربڑ کا ''مودی'' بھی ہے؟''

کلاسیکی موسیقی کے لئے ہمیشہ استاد کی ضرورت ہوتی ہے اور پاپ میوزک کے لئے'' کوچ'' کی....اگر چوہیا کی سماعت کمزور ہو تو چوہا گا گا کر لازمی گلے سے ہاتھ دھو بیٹھے گا پھر اسے گا کر نہیں بلکہ ہاتھ دھو کر مسلسل ریہرسل کرنا ہوگی۔ہوسکتا ہے اچھی تان لگانے کے لئے وہ اپنے کسی استاد کی خدمات بھی لیتے ہوں گے جو اپنے پلے سے مزید لمبی تان لگا کر انہیں دیتا ہو اور انہیں ان کی اداسی سے چھٹکارہ دلانے کی کوشش بھی کرتا ہو...

زیادہ سریلا چوہا اپنی مادہ اور میوزک سے یکساں محبت کرتا پایا جاتا ہوگا اور کئی دفعہ رنگے ہاتھوں پکڑا بھی جاتا ہوگا۔ان کے اپنے ہسپتال ''میڈیکل Rat'' اور ایک رنگا رنگ دنیا ہوگی جہاں ان کے ''ریٹری'' جمخانہ اور میوزک کلب بھی ہوتے ہوں گے بلکہ ان کی بھلائی کے لئے NGOs بھی جہاں یہ ''جیون کے دن چھوٹے سہی ہم بھی بڑی دُم والے''...کل کی ہمیں فرصت کہاں سوچیں جو ہم متوالے'' اور ''سوموار کو ہم ملے منگل وار کو نین'' کے نغمے بکھیرتے ہوں گے پھر تھک ہار کر وہ کش لگانے کے لئے ایسی دوکان کا رخ کرتے ہوں گے جہاں لکھا ہوتا ہے۔

''سیک Rat'' بلی سے ڈرنے والا چوہا ''کیٹی پیری'' کا گانا سنتے ہی بھاگتا ہوگا اور اپنے دفاع کے لئے ایسے پہلوان یا ''Ratler'' کی خدمات حاصل کرتا ہوگا جو اپنے hit سونگ سے بلی کو زخمی کردے۔کچی آبادی کے چوہوں کا کانوں میں رس گھولنے کا انداز یقیناً مختلف ہوگا...

ویسے جہاں یہ ہوں یہ اپنے ''ماہیوں اور ٹپوں'' سے ہر علاقے کو کچی آبادی بنا سکتے ہیں۔ان میں سے کوئی بڑا فنکار اپنی بل کو بانسری کے ڈیزائین کی طرح مزین کرتا ہوگا اور دو سوراخ رکھنے والا بلی سے زیادہ چالاک دکھائی دیتا ہوگا مگر دوسری طرف کام چور چوہے کا بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے کے علاوہ کوئی مطالبہ نہیں ہوتا ہوگا۔

برصغیر میں جب ٹاکیز فلمیں بننا شروع ہوئیں تو اس میں موجود بنگلہ فنکاروں نے گانا فلمانے کی روایت ڈالی کیونکہ اس زمانے میں بھی ان کے کانوں میں یہ بات پڑی ہوگی کہ جانور بھی اپنے اردگرد کے حالات کے مطابق گنگنا کر اپنی مادہ کو وائس میسیج میں بھی تان لگاتے ہوں گے۔ایک بڑے کلاکار کے شاگرد نے استاد سے کہا کہ آج کل ریاض نہیں ہو رہا لہذا اسے دَم کیا جائے چنانچہ انہوں مغلائی ''رِدہم'' میں ایسا دَم کیا کہ آناً فاناً ریاض شروع ہو گیا...

چوہوں کے ایک ایسے ہی میوزک کنسرٹ کے لئے بھرتی کا مختصر اشتہار یوں دیا گیا ''صرف 36 انچ قد کے ''ماڈ Rat'' چوہے ہی اہل ہوں گے۔کمپیوٹر اور UPS کترنے کا تجربہ رکھنے والوں کو فوقیت اور صوفے میں رہائش دی جائے گی نیز لمبے دانت، دُم اور دماغ والوں کو اضافی سہولتیں دی جائیں گی...

نوٹ: زیادہ سریلوں کو چوبیس گھنٹے کچن میں ڈیوٹی اور دہی میں چھلانگ لگا کر چھینٹ سے چھینٹ بجانے کا موقع بھی دیا جائے گا''۔ایک میوزک روم میں لکھا تھا: یہاں پر گلے میں جان کے لالے ڈال کر گھومنے کی اجازت نہیں۔گلہری بھی انہیں کا خاندان ہے لیکن قدرت نے اسے اچھا لباس پہنا رکھا ہے اور گلا بھی اچھا دے رکھا ہے۔ When cat is away Mice will play ضرب المثل کے مصداق چوہے خوشی میں جتنا مرضی اچھل کود کر سیٹیاں بجا رہے ہوں مگر بلی کو دیکھ کر ان کی اپنی سٹی گم ہو جاتی ہے...سائنسدانوں کو چاہیے کہ ایک ایسا سونگ ٹریپ تیار کرے جو چوہوں کو پکڑنے میں مددگار ہو سکے ...

☆.....☆.....☆

آئن اسٹائن کی پکار ...

پچھلے دنوں پارک میں سیر کے دوران واکنگ ٹریک پر ایک سفید کاغذ نظر آیا جونہی اٹھایا تو کسی ضرورت مند کی تحریر معلوم ہوئی۔ٹریک پر میرے بالکل آگے ایک سیر پسند محترمہ ''محوسفر'' تھی جسے شاید وزن کے حساب سے...سیر کی بجائے سفر کا مشورہ دیا گیا تھا۔معلوم ہو رہا تھا کہ شاید اس جدید دور میں بھی یہ ''رقعہ'' میرے لئے بھیجا گیا ہے مگر اس وقت میری اضطرابی کیفیت میں مزید اضافہ ہوا جب آخر میں ''فرام تمہارا آئن سٹائن'' لکھا دیکھا۔مجھے یہ S.M.S ایک ''سلو موشن سیکرٹ'' محسوس ہوا جو شاید کسی پاکستانی کو لکھا گیا تھا مگر میرے ہاتھ لگ گیا ملاحظہ فرمائیں:

میں نہایت ''خواریت'' سے ہوں اور ایمرجنسی میں میرا یہ پیغام ہے کہ تم فوراً اِدھر یورپ آؤ اور میری قبر پر لگے کتبہ سے مجھے نجات دلاؤ جس کے باعث مجھے نہایت اذیت مل رہی ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے ایک ''قریبی'' سالے نے شاید پیسے بچانے کے لئے میری قبر اپنے سائز کی بنوادی ہے۔بھلا! حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے کا یہ کون سا طریقہ ہے اور کتبہ۔۔۔بھی عین میرے گھٹنے کے اوپر فکس کر دیا ہے جس کی وجہ سے مجھے نہایت تکلیف ہو رہی ہے گھٹنوں کا درد تو میری زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا اور پھر ان کے بالکل اوپر یہ بھاری بھرکم کتبہ لگا کر جانے کس پر احسان جتایا گیا ہے...کم از کم مجھے ''لائف ٹائم گارنٹی'' والے تابوت میں دن دہاڑے دفنا دیا جاتا...تو شاید مجھے یہ ''راتیں'' دیکھنا نصیب نہ ہوتیں...میں ایک حساب دان ہوتے ہوئے بھی...ابھی تک ''یہاں'' کا حساب بے باک نہ کرسکا ہوں یعنی چھوٹی قبر بڑا حساب....میری قبر پر کسی نے کیا لینے آنا ہے؟ہاں! مگر حساب لینے والے میرا حساب خوب لینے آرہے ہیں...

یہاں میرے سارے حسابی کلیے...کلیتاً ناکام ہو چکے ہیں بلکہ جتنے لوگ میری قبر پر آتے ہیں اتنا ہی میرا حساب کتاب مزید ٹیڑھا ہوتا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں ایک سیسنا جہاز اسی قبرستان میں گر گیا تھا اور میڈیا نے 737 لاشوں کی برآمدگی کی خبریں بھی چلا دیں تھیں اور آخری خبریں آنے تک، کھدائی جاری تھی۔ وہ لوگ میری لاش بھی نکال کر لے جاتے...مگر میری لاش کی ...جان بخشی میرے ساتھ والے آنجہانی نجومی کے کتبے کی وجہ سے ہوئی جس پر تحریر تھا ''بس! اس سے آگے۔۔۔کچھ نہیں''

طیارہ گرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ دو پائلٹوں میں سے ایک سیاہ فام تھا اور دوسرا ''Racist'' تھا

وہ دونوں وہیں موقع پر ہی اپنی لائف سے محروم ہو گئے حالانکہ دونوں لاشوں پر... لائف....جیکٹس بھی موجود تھیں۔ میرے اُلٹے ہاتھ والی قبر کا کتبہ دیکھ کر کھدائی والے کافی دیر اپنا وقت بھی ضائع کرتے رہے اور اسے بار بار پڑھ کر پتا نہیں کیا سوچتے رہے۔ جس پر درج تھا...

"Here lies an honest Lawyer"

واہ جی واہ! کیا قبر سے بھی کوئی پیدا ہو سکتا ہے یا ایسی جگہ دفن ہو سکتا ہے جہاں صرف حیات زندگی ہو...یہ صرف تمہارے پاکستان میں ہی ممکن ہے۔ تمہارے پشاور کے ایک قبرستان میں کتبے پر درج ہے ''سلامت خان تربت میں پیدا ہوا۔۔۔میاں والی کی۔۔۔لڑکی سے شادی کیا۔۔۔واہ میں ٹھاہ ہو کر حیات آباد میں سپردخاک ہوا''

وہ کمپنی جس کے ساتھ میرا آخری معاہدہ ہوا تھا اس کی کوشش تھی کہ میری قبر میں بھی ایک عدد جیومیٹری، چند چاک اور بلیک بورڈ رکھ دیے جائیں تا کہ میں یہاں بھی ان کے کاروبار کی ترقی اور Mass کی بجائے ''Math Destruction'' کے فارمولے تیار کرتا رہوں۔

یار! تمہیں اِدھر آنے اور ویزا لینے میں ذرا تکلیف تو ہوگی اس کے لئے آج ہی ''لائن'' میں لگ جاؤ۔ کتبے کی اکھاڑ پچھاڑ بھلے نہ کرنا اور مجھ کو ہی ٹانگوں سے کھینچ کر ذرا پیچھے کر دینا کیونکہ

زندگی میں بھی لوگ میری ٹانگیں کھینچتے رہے ہیں...اب تم کھینچ لوگ گے تو اس سے کیا فرق پڑے گا
ہائے! یہ کتبہ تو جیسے میرے گھٹنوں پہ مونگ دل رہا ہے حاسدوں کے ٹانگ کھینچنے سے تو مجھے مزید حوصلہ ملا کرتا تھا اور میں آگے سے آگے بڑھتا جاتا تھا اب یہاں سے آگے کدھر بڑھوں؟ چنانچہ اب تم میرے مرنے کے بعد میری ٹانگین کھنچو گے تو یہ...ایک خاطر خواہ بھلائی ہوگی کیونکہ مرنے والے کو غیبت بڑا ہی فائدہ دیتی ہے اور مردے کی ''ٹانگیں کھینچنے'' سے اسے ازحد روحانی سرور وسکون حاصل ہوتا ہے۔حالانکہ میرے لواحقین نے میرے مردہ جسم کو اچھے طریقے سے دھویا...اس کی بجائے وہ روتے دھوتے تو مجھے نہایت ''مسرت'' ہوتی لیکن وہ جلدی میں۔۔۔میرے ساتھ ہاتھ کر گئے اور میرا دایاں ہاتھ دھونا بھول گئے جس پر لگی چاک مٹی اب تک میرے ناک میں پڑتی ہے جو ناک میں اپنے دور میں اتنا اونچا رکھا کرتا تھا کہ مکھی اسے اپنا موٹر سائیکل سمجھ کر ویلنگ کیا کرتی تھی حالانکہ میں صرف اس وجہ سے کہ اس پر مکھی نہ بیٹھے اس ناک پر کپڑا رکھا کرتا تھا۔یہاں پر تو میرے اپنے یعنی ''گریوٹی اور موشن'' کے کلیے کسی کام نہیں آرہے۔ کاش! میں زندگی کی اصل ''گریوٹی'' سمجھ پاتا...

تمہارے ملک میں میرے اوپر بڑی بڑی باتیں ہوتی ہیں کہ آئن سٹائن یہ تھا وہ تھا حالانکہ میں صرف وہ تھا...یہ نہ تھا...اور تم نے جو آج کل اپنے ملک سے یہاں بھیجے ان میں سے بھی بہت سے ''وہ'' ہیں۔اوہ میاں! میں آئن ہوں...آئین نہیں ہوں...ذرا اپنا لب ولہجہ تو درست کر لو! آپ کے آئین میں ترمیم اور میری جائداد کی تقسیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔تم سب کو بھلے اپنے آئین کی بہت فکر ہے مگر مجھ ''آئن'' کا بھی تھوڑا خیال کرو.....

تم پاکستانی جو جو نئی ایجادات کے مزے لوٹ رہے ہو وہ میری ہی ''مساوات'' کے کمال ہیں اپنے لوگوں کو میری نہیں اپنی مساوات کا تو کم از کم درس دیا کرو۔ایک بات جو کہنی تو نہیں چاہئے کہ تم لوگ اتنے سپر پاور بن چکے ہو مگر ابھی تک اپنے دودھ والے کو ملاوٹ کی ''گوالا گردی'' سے روک نہیں پائے.... یاد رکھو! اسلحہ بارود ایٹم بم کسی آئین کا حصہ نہیں ہوتے لیکن

مجھ آئن کا حصہ ضرور ہوتے ہیں (میری طرف دیکھو) میں نے سب کچھ کر ڈالا ہے حتی کے ایٹم کا فارمولا بھی عبور کر ڈالا تھا تا کہ دنیا کی ساری قومیں جلد میرے پاس چلی آئیں جہاں میں اب ہوں... میں یہاں ''لیٹ'' کر اب کوئی سازش نہیں کر رہا۔ وہ علیحدہ بات ہے کہ تم لیٹ ضرور ہو رہے ہو۔ میں نے زندگی میں اپنی ٹانگیں کھینچنے والوں کو معاف ضرور کیا لیکن میری ایجادات کسی کو معاف نہیں کریں گی... آج کل میری ایک تصویر میری ہی مساواتوں پر بنیاد رکھے گئے کمپیوٹر پر بہت چل رہی ہے جس میں مجھے مارلن منرو کے ساتھ ملایا گیا ہے کیا میں یہ دن دیکھنے کے لئے مرا تھا۔ میں جب 1962 آنجہانی ہوا اس وقت تمہارے ملک میں کوئی آئین تھا نہ ''آئن'' جیسا استاد.... اور نہ ہی یہاں کوئی ترقی کی کرن نظر آ رہی تھی۔ اب تمہارے پاس آئین بھی ہے اور ایٹمی پاور بھی اور اس کے دھماکے کرنیوالا لیڈر بھی... اور کیا چاہیے؟

میرا مائنس ون فارمولا صرف میں ہی جانتا ہوں کہ کس طرح اپنے کلیے... مساواتیں اور خانگی زندگی خفیہ رکھی جائے لیکن کیا کیا جائے یہ دنوں میری زندگی میں ہی افشا ہو گئے تھے۔ میں اپنی بیوی سے صرف یہ توقع رکھتا تھا کہ وہ میرا بستر اور کتابیں ٹھیک کر کے لگائے، کمرہ صاف اور دن میں دس بارہ چائے کے کپ دے لیکن وہ کمرہ کتابوں سے ہی صاف کر کے میرے ہی بارہ بجا دیا کرتی تھی... ایک دن بالکل فرشتہ صفت بن کر اس نے میرے سامنے بالکل گھٹنے ٹیک دیے اور نہایت ادب سے کہا ''بیڈ کے نیچے سے باہر آ جاؤ تجھے کچھ نہیں کہا جائے گا''۔

میں نے اپنی زندگی میں صرف لال بیگ کو ہی اپنا رقیب جانا کیونکہ میری بیوی صرف اسی سے ڈرا کرتی تھی۔ نیوٹن کا سیب اور میری بیوی کا جوتا میرے قریب گرنے کا واقعہ ایک ہی تجریدی عمل کی دو کڑیاں ہیں کیونکہ امن زور اور طاقت سے قائم نہیں رکھا جا سکتا ہے سوائے گفت و شنید کے... بیوقوفی یوں بھی ہوا کرتی ہے کہ ایک ہی عمل اپنا کر مطلوبہ نتیجہ حاصل کرنے کے لئے... بلاوجہ اور بار بار کیا جائے۔ اصل میں جو غلطی نہیں کرتا... وہ نئی ایجاد نہیں کر سکتا۔ کئی ایجادات سائنسدانوں کی غلطیوں کی وجہ سے سامنے آئیں۔ بیوقوف اور عقل میں فرق صرف غلطی کی حدود و

قیود کا ہوتا ہے۔ایک دفعہ میں ٹرین میں سفر کر رہا تھا ٹکٹ چیکر نے آ کر ٹکٹ چیک کیا میرے پاس سے کہیں ٹکٹ نہ نکلا لیکن وہ مجھے پہچان گیا اور کہنے لگا کہ آئن سٹائن اور ٹرین کا ٹکٹ نہ لے... یہ کہہ کر چلا گیا مگر میں پھر بھی جیبوں میں ٹکٹ تلاش کرتا رہا... صرف یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مجھے اترنا کہاں ہے؟ باقی باتیں پھر کبھی تم جلدی یو۔کے پہنچنے کے لئے ویزا والی لائن میں لگ جاؤ کہیں ....میرے جسد کی جمع ،منفی میں بدل کر تقسیم ہی نہ ہو جائے...

Best Regards

☆.....☆.....☆

برائے فروخت

ہوش کے ناخن: ہوش کے ناخن کا کمرشل پیک فروخت کے لئے پیش ہے جس نے یہ لینے ہوں وہ جلد از جلد اپنی خواہش کا اظہار فرمائیں۔ اس کی قیمت پراپرٹی کی قیمت کی طرح دوگنا تگنا ہونے کا احتمال ہے لہذا احباب اس کے بارے میں سستی سے کام لے رہے ہیں وہ ذرا ہوش کے ناخن بھی لیں اور خرید کر اسٹاک کر لیں تاکہ پراپرٹی اور ہوش کے ناخن لینے کی سستی آپ کو ایک نہ ایک دن خودکشی پر مجبور ہی نہ کر دے۔

افواہیں: افواہوں کی محدود تعداد چالو حالت میں سر بمہر فروخت کے لئے فیکٹری ریٹ پر پیش کی جا رہی ہیں۔ افواہ کا واحد فوہ ہے اور فوہ کے معنی منہ کے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں ''جتنے منہ اتنی باتیں'' ہمارا دعوی ''ہماری افواہ پُرسکون اغوا'' ہماری قابل بھروسہ افواہوں سے آپ حسب ضرورت ہر ''جائز'' کام لے سکتے ہیں اور اپنے مخالفین کا سیلابی ریلوں سے زیادہ نقصان کر سکتے ہیں۔ پہلے دس خریداروں کو تازہ افواہوں کے ساتھ ایک عدد مشین مفت دی جائی گی جس کے استعمال سے وہ انہیں ترتیب کے ساتھ ادھر ادھر پھیلا سکتے ہیں تاکہ ان کی افادیت ضائع نہ ہونے پائے اور لوگ اسے سنتے ہی اُف اُف کر بیٹھیں۔ ان دو دھاری افواہوں کے فوری اثرات سے آپ نوجوانوں حیوانوں اور ایوانوں میں ہل چل مچا سکتے ہیں۔ تخریب کاروں کے لئے خاص رعایت...

جہاز: ایک بغیر پائلٹ کا جہاز جس میں ڈیک، ڈگی اور ڈائنگ ٹیبل کی سہولت موجود ہے فروخت کے لئے پیش ہے اس نے ماضی میں سب سے زیادہ کامیابی سے اپنے ٹارگٹ کو جالیا تھا۔ یہ اڑتا بھی ہے اور اڑاتا بھی.... اسے یوں سمجھ لیں کہ یہ ڈرون کا دیور ہے اور اسے ڈرپوک

قوموں ڈرانے اور درماندہ لوگوں کو دھمکانے کے لئے بنایا گیا ہے فروخت کے لئے پیش ہے اور ساتھ اس کے کل پرزے مفت حاصل کریں۔

پرانی کتابیں: تحریر کے قدردانوں کے لئے تو اخبار بھی پرانی نہیں ہوا کرتی اور کتابیں کیسے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ گاڑی کی طرح پرانی کتابیں بیچ کر نئی لے لی جائیں۔ لیکن کتاب تو کیا لوگ وہ کچھ بھی بیچ دیتے ہیں جو بعد میں بھی انہیں کی ملکیت رہتا ہے یعنی ضمیر... ہمیں یقین ہے کہ آپ انہیں ردی کے بھاؤ نہیں تولیں گے۔

ڈبل بیڈ: یہ Bed بالکل نیا کا نیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسے موسیقی کے شوقین سنگل فیز رنڈوے کے زیر استعمال ہے جس کے اپنے ارگرد کسی سے کوئی ''مراسم'' نہیں ہیں۔ **ڈبل بیڈ کا** سنگل مالک ایک طرف وہ خود پڑا رہتا ہے جبکہ دوسری جانب ایک نئی نویلی طبلے کی جوڑی پڑی ہے اور یوں بیڈ صرف پچاس فی صد استعمال ہوا ہے بلکہ یوں سمجھ لیں کہ اس بیڈ نے خود آرام ہی آرام کیا ہے۔ اب ''مالک'' نئی شادی کے چکر میں گھر کا ''ساز'' وسامان ارزاں قیمت پر فروخت کرنے کا خواہش مند ہے۔

دریائی گھوڑا: فروخت کے لئے پیش یہ دریائی گھوڑا ذرا لنگڑاتا ہے لیکن اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب بھی اسے منڈی میں بیچنے جائیں واپسی پر نیند خوب آتی ہے بلکہ مالک سے پہلے ہی اس کی آنکھ لگ چکی ہوتی ہے یہ عام گھوڑے سے جلدی سو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک آنکھ سے محروم بھی ہے اس لئے یہ کسی کو ایک آنکھ نہیں بھاتا اور یوں چوری کا خطرہ بھی ٹلا رہتا ہے۔ جب سے ہارس ٹریڈنگ کا معاملہ گرم ہوا ہے اس دریائی گھوڑے کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا لیکن کمپنی اس پر آنے والے اخراجات کی وجہ سے دیوالیہ ہو گئی تھی مگر کراچی میں کچھ سمندری گھوڑوں نے سب نقصان پورا کر دیا ہے اور اب صرف ایک ہی بچا ہے۔

ڈنڈے: کچھ قابل اعتماد ڈنڈے جن سے، بالخصوص حکومت کرنے میں آسانی ہوا کرتی ہے بوجہ مجبوری فروخت کے لئے پیش ہیں کیونکہ مستقبل قریب میں اس کا استعمال شاید عوام کے

مفاد میں نہ ہو۔ مال زیادہ پرانا نہیں اور کم چلا ہے بس ماضی قریب میں اسے وکلا پر چلایا گیا تھا اور اب ان کا مالک بھی بیرون چلا گیا ہے۔ حکومت کرنے کے لئے ڈنڈے کے ساتھ ساتھ تھوڑی ڈنڈی بھی مارنا پڑتی ہے چوری لاکھ کی بھی اور کاکھ کی بھی ایک جیسی ہوتی ہے بہتر یہی ہے کہ ڈنڈی کی بجائے ڈنڈے سے کام چلایا جائے۔ جیسے کہا جاتا ہے جمہوریت کا ڈنڈا عوام کے ذریعے عوام کے لئے عوام کی پیٹھ پر۔ یہ عام استعمال، مفید اور کارآمد چیز ہے اسے پراپرٹی کی طرح خرید کر رکھ لیں کام آئے گی...

پلاٹ: ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لئے بنایا گیا ''پلاٹ'' برائے فروخت کے لئے پیش ہے چونکہ صاحبِ ٹارگٹ بے گناہ تھا اس لئے اسے وقت سے پہلے ہی داغ مفارقت دے گیا تھا۔ اسے فوری فروخت کی ایک مجبوری یہ بھی ہے کہ پلاٹ پڑا پڑا پرانا ہو رہا ہے اور اس کو ڈیزائن کرنے والا بیرون ملک جا رہا ہے اس لئے دہشت گردوں سے اپیل ہے کہ وہ اسے کم قیمت میں حاصل کر کے فوری استفادہ حاصل کریں اور اس کے ''جاگ'' سے نہتوں کو سُلائیں...

رونق: دیسی رونق اور گہما گہمی کی بڑی مقدار فروخت کے لئے پیش ہے یہ چونکہ الیکشن کا سال ہے اور ابھی ہمارا اس رونق کی سیل لگانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن دام مناسب ہیں۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے استعمال کی وجہ سے آپ کے پولنگ سٹیشن پر رونق ہی رونق محسوس ہوتی ہے اور اسے دیکھ کر آپ کے مخالفین کی ہمت جواب دے جاتی ہے اور اوسان خطا ہو جاتے ہیں اس رونق کے ساتھ آپ کو ویرانی کا ایک تحفہ مفت ملے گا جسے آپ اپنے مخالفین کے ڈیرے پر ڈال کر اسے پریشان کر سکتے ہیں اور اس کے گھر پر طاری کر سکتے ہیں۔ اس ریڈی میڈ رونق کو صرف دو وقت کی روٹی اور چند ٹینٹ درکار ہوں گے۔ کچھ لوگ ہماری اس پراڈکٹ میں افغان مہاجرین کی ملاوٹ کر کے بیچ رہے ہیں جن کے خلاف تادیبی کارروائی کی جا سکتی ہے...

☆.....☆.....☆

حسینہ چارسو "ابلیس"

بقول وقار مجروح یہ وہ شیخ نہیں جو کرنٹ پڑنے سے گرااور اس کے گھر والے لپک کر اس کے ارگرد اکٹھے ہو گئے اور وہ اپنے گھر والوں کوڈانٹ کے کہہ رہا تھا کہ مجھے اٹھانے سے پہلے یہ دیکھو کہ مجھے کرنٹ لگنے سے یونٹ کتنے گرے ہیں؟اس کے برعکس یہ وہ شیخ ہے جس نے ٹکا ٹکا اکٹھا کرنے کے علاوہ آج تک علاقے کے مسلمان ملکوں کوایک یونٹ پراکٹھا ہونے نہیں دیا۔

غیر ملکی دورہ ختم کر کے جب یہ وطن واپس لوٹ رہی ہوتو اخبارات کی شہ سرخیاں یہ تاثر دے رہی ہوتی ہیں کہ جیسے دبئی کا کوئی شیخ بنگلہ دیش میں پہلی نیوایئر منانے آرہا ہے۔ستمبر 1947 میں "تنگی پارایہ" میں اسی وقت پیدا ہوئی جب پاکستان بنے ایک ماہ بھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کے پیدا ہوتے ہی آفٹر شاکس شروع ہو گئے تھے اور پورے برصغیر میں خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی۔شیخ مجیب نے اس کا نام ہی ایسا رکھا کہ آخر میں "نہ" بھی رکھ دی

مگر 1971 میں جب پاکستان دولخت ہوا تواس کے اپنے ساتھ ایسا ہونے کی شکایت نہیں ملی۔اپنے وقت کی ایسی حسینہ واقع ہوئی ہے کہ ہر لمحہ اس کے روپ سے ایک آدھ واقعہ ضرور رونما ہوا ہے۔یونیورسٹی میں دوسرے ساتھی طلبا اسے پہلی نظر دیکھتے ہی فوراً اپنے لئے یوں "منتخب" کر لیتے تھے کہ کم از کم اِسے پرپوز نہیں کرنا کہ کہیں "حسینہ مان ہی نہ جائے" ایم اے واجد چونکہ ایٹمی سائنسدان تھے اور شاید "نر" آدمی تھے انہوں نے اس خاص "مادے" کواپنے لئے بطور تجربہ گاہ منتخب کر ہی لیا اور جب یہ ایک کولڈ تجربے کی "کامیابی" کی صورت میں اپنے ملک کی وزیراعظم بنی تو وہ راہی ملک عدم ہو گئے۔

اس کے نزدیک عورت ایک مکمل سبجیکٹ ہے اختیاری نہیں لازمی...لہذا کامیابی کے

علاوہ اور گنجائش نکالنا کسی کے لئے مشکل ہوتا ہے اور اسے سب سوالات حل کرنے کی شرط اور چوائس سے بھی محروم ہونا پڑتا ہے۔

شہری، شوہر اور شیف میں کیا فرق ہوتا ہے؟ صرف یہ جاننے کے لئے حسینہ نے اپنی شادی کروا ڈالی اور اس کے شوہر نے ایک عرصہ تک کھانا کھانے سے گریز بھی کیا۔ ظاہر ہے جسے ''ہتھکڑی'' لگی ہو وہ اس لحاظ سے قابل اعتبار ہوتا ہے کہ وہ کم از کم آپ کا پرس نہیں چھین سکتا۔ یہ عورتوں کی وہ قسم ہے جو خود اپنی بارات گھوڑے کو سہرے لگا کر لے کر جاتی ہے۔

اکلاپا اسے بچپن ہی سے پسند نہیں اور اکیلا کا لفظ اس کی ڈکشنری میں نہیں اس لئے اکیلے اکیلے شادی کر لی۔ جوانی میں اداکاری کی شوقین رہی بلکہ یہ وہ اداکارہ ہے جس نے اپنی جوانی کو اپنے ہی ہاتھوں ''شوٹ'' کیا۔ اس نے کئی دفعہ سوچا کہ غیر شادی شدہ ہونے کا تجربہ بھی کر لیا جائے... اس لحاظ سے یہ اپنے خاوند کی step بیوی بھی لگتی رہی۔ ایم اے واجد اس کا خاوند ہونے کے باوجود خود کو اکیلا بلکہ مجرد تصور کرتے رہے حالانکہ اس نے اس کے چناؤ میں خود ہی حصہ لیا تھا۔ حسینہ نے اپنے خاوند کے لئے بھی بندے رکھے ہوئے تھے حفاظت کے لئے نہیں باہر جانے کی اجازت لینے کے لئے...

اسکا شمار دنیائے سیاست کی آہنی عورتوں میں ہوتا ہے چنانچہ اس کے اپنے بچے اپنے ملک کے چنگل سے بھاگ کر امریکہ نکل چکے ہیں کہ ملک میں بیروزگاری بہت ہے۔ ایسی عورتیں اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے خاوند کو ٹھکانے لگا دیتی ہیں اور ٹھکانے لگنے کے باوجود خاوند کہلانیوالا باز نہیں آتا۔ حالانکہ روزمرہ کی سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے اپنا خاوند ایک وکیل کی صورت چاہتی تھی کیونکہ وہ جھوٹ بھی سچے انداز میں بول لیتے ہیں۔ اس کے نزدیک جھوٹا کیس بھی ہضم کر لیا جائے تو آمدنی قابل اعتبار رہتی ہے اور وہ قابل اعتبار اتنا ہوتا ہے کہ اگر طلاق بھی دے دے تو بیوی اعتبار نہیں کرتی۔

بھارت میں یہ بات مشہور ہے کہ وکیل ڈاکٹر سے اس لئے بہتر ہوتا ہے وہ صرف لوٹتا

ہے مارتا نہیں۔ اٹھائیس سال کی عمر میں سیاست میں قدم رکھا اور پھر قدم قدم پر سیاسی راہیں معدوم نظر آئیں۔ یہ بھارت میں پروان چڑھی کیونکہ کلکتہ یونیورسٹی اس کی تربیت گاہ بنی رہی اور ''سینا'' اور ''سیوک'' جنتا اور جگتو گینگ اس کے ارگرد منڈلاتے رہے...

خالدہ ضیاء اس کی واحد حریفہ ہے ان دونوں میں سے جو نظر بند ہو وہ سمجھ لیں وہ وزیر اعظم نہ بن سکی ہے اسی طرح جو کورٹ کچہری یا کمیشن کے سامنے پیش ہو رہی ہو اور ہاتھوں میں ضمانت کی فائل تھام رکھی ہو وہ لیڈر آف اپوزیشن کہلاتی ہے۔

ملک اوپر جائے یا نہ جائے لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک کا بلڈ پریشر ضرور اوپر رہتا ہے کیونکہ حالات ان کو حوالات تک لے جاتے ہیں۔ لیکن آج کل خالدہ ضیا تو نظر بند ہے ہی لیکن ''حسینہ'' نے بھی خود کو اپنے در و دیوار میں ''ڈھاکا'' ہوا ہے۔ جب ان میں سے کوئی وزیر اعظم بن جائے تو لوگ اس سے کہتے ہیں ''آپ نے بہت زحمت کی'' ایک دوسرے پر ایسا حملہ کرتی ہیں کہ بنگال ٹائیگر اپنا سَا منہ لیکر رہ جاتا ہے....

اتنی نفرت گالی سے نہیں جتنی اس بنگالی سے ہے جو عوامی لیگ کو ووٹ نہ دے۔ شیخ حسینہ کے طور طریقے ایسے ہیں اس لحاظ سے یہ پھولوں کی نہیں بلکہ حسیناؤں کی پھولن دیوی بن چکی ہے۔ اندرا گاندھی کی شاگرد ہے اس لئے حزب مخالف اسے حسینہ گاندھی کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ اس کا سیدھا اصول یہ ہے کہ حزب مخالف کو اس بات کا ''حوصلہ'' دو کہ وہ اس سے ڈرتے رہیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا۔ ان حالات میں دفتر میں تو عینک لگاتی ہے اور گھر میں دھڑ کا لگا رہتا ہے...

اس قسم کی کئی مجبوریوں کی وجہ سے غیر ملکی دورے بھی کم کرتی ہے اور اگر مجبوراً کرنا بھی پڑے تو اس طرح واپس آتی ہے جیسے پیرا شوٹ میں خرابی کی کمپلینٹ! کسی مسئلہ میں اپنا ذہن تبدیل نہیں کرتی کیوں کہ بنگلہ دیش میں ایسے ٹرانس پلانٹ کی سہولت میسر نہیں۔

اتنی سیاست دان ہے کہ گھر کے کام کا شوق کام والی ساڑھی سے پہن کر پورا کر لیا جاتا ہے اور اپوزیشن لیڈر اس کی ساڑھی سے متاثر ہو کر متاثرین میں شمار ہو جاتی ہے۔ جیسے ڈاکٹر

صاحبان لوگوں کی اچھی صحت کی وجہ سے متاثرین میں شمار ہو سکتے ہیں یا عوام کے روپے سے سیاستدان۔اب اتنا دھن جمع ہو گیا ہے کہ جہنم کے ایندھن کے لئے کافی ہے اور انسان کا کرداراسے کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ایک کتاب لکھنے کا ارادہ ہے جس میں حزب مخالف کی طرف سے کی گئی سازشوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے لیکن ابھی لکھنے والا نہیں ملا....شیریں گفتار خالدہ ضیا کی میٹھی تنقید کی وجہ اسے ''ضیابیطس'' ہو چکی ہے بلکہ ڈاکٹروں نے اس کی پانچ منٹ کی تقریر سننے کے بعد اسے پانچ کلو میٹر سیر کا مشورہ بھی دے رکھا ہے۔

ہر معاملے میں اس کا اپنا انداز ہے یہ ہر لکھنے والے کو رائٹر نہیں کہتی۔اس کے بقول ایسے تو میرا اسکرٹیری ہر روز دس بارہ خط لکھتا ہے۔ایک دفعہ اس کے کیک سے کاکروچ نکل آیا اب یہ اسے بھی ''کیک روچ'' کہنا شروع کر دیا ہے۔ 1971 سے پہلے بھارت کے بنگلہ دیش پر بہت سے احسانات تھے اور وہ اسے ہر قسم کی ''مدد'' دیتا تھا اب صرف پاکستان کی مخالفت میں اسے صرف ''حوصلہ'' دیتا ہے۔

ملکی حالات کے باوجود اس کا سیاست سے دل نہیں بھرا لیکن آنکھیں ضرور بھر آتی ہیں۔بنگلہ دیش میں کی گئی تحقیق کے مطابق مرد عورتوں سے زیادہ بیوقوف ہوتے ہیں اسی لئے یہاں جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں انہیں زنانہ حزب مخالف کا سامنا رہا نتیجاً حکومتیں بھی نازک اندام رہی ہیں۔ان دونوں کے نزدیک حزب مخالف ایک اندھیرے کی طرح ہوتا ہے اور اندھیرا وہ بزدل شئے ہوتی ہے جو روشنی کے ظاہر ہوتے ہی دم دبا کر غائب ہو جاتا ہے لہٰذا ان دونوں میں سے ایک کو ''زلاوطن'' بھی ہونا پڑا ہے کیونکہ بنگلا میں جیم کو ''ز'' میں بدل دو تو فوج ''فوز'' بن جاتی ہے شاید اس مجبوری کی وجہ سے یہاں کوئی جناح روڈ بھی نظر نہیں آتی۔

گوروں کو بنگلہ دیش آتے ہوئے اس بات کی تسلی ہوتی ہے کہ بنگلہ دیش میں کہیں بھی Jerms نہیں ہیں کیونکہ وہاں جرمز پر ''زرمز'' نے پردہ ڈالا ہوتا ہے۔یہاں مشہور ہے کہ بچوں کی چاکلیٹ پر اتنے جراثیم نہیں جتنے ٹیکس لگے ہوتے ہیں۔مارک ٹوئن کہتا ہے کہ ''انکم ٹیکس اور

جانور حنوط کرنے والے میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ وہ کم از کم کھال چھوڑ دیتا ہے"

اس لئے بنگلہ دیش کا سب سے بڑا side effect ٹیکس کی صورت میں سامنے آیا ہے۔حکومت کے حکیم بیمار معیشت کو Tax کے ٹیبلٹس سے صحت یاب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے عوام کی معاشی صحت خزانے کی جھولی میں گر رہی ہے۔اس کا دوست کون ہے اور دشمن کون؟ایسی حسینہ جس سے چار سو ابلیس بھی پناہ مانگتے ہوں اس کو کسی کی پرواہ کہاں ہوتی ہے...

☆.....☆.....☆

''اعضائے ترکیبی''

جیسے دال کے بغیر غریب کا دستر خوان ''ستر خوان'' بن جاتا ہے اسی طرح ہر جاندار کے جسم کا دستر خوان سیل کے بغیر کبھی نہیں بچھتا.....

قارئین! ایسی ایسی سائنسی ایجادات منظر عام پر آ رہی ہیں کہ یقین نہیں آتا اور وقار مجروح کے پاس ایسی خبر آئے تو کہتا ہے کہ یہ چیز تو میں بھی بنا سکتا ہوں اگر مجھے تجربات کا چانس ملے تو.....مگر اسے مصروفیت اتنی ہے کہ کسی ''چانس'' کے ملنے کا بھی چانس نہیں ملتا۔

سائنسدانوں کے مطابق انہوں نے Stem Cell دریافت کیا ہے جس سے وہ جسم کے کسی ناکارہ اعضاء کو اُسی شخص کے جسم کے کسی حصے پر دوبارہ اُگا کر اور پھر اسے اپنی اصل جگہ پر پیوند کاری کر سکتے ہیں اور یہ اعضا cell کے اندرونی حصے کی جھلی سے حاصل کیا جا سکتا ہے حالانکہ وقار مجروح کو عام سیل نظر نہیں آتا اس کی جھلی کہاں نظر آئے گی۔ یہ سٹیم سیل کئی بیماریوں کا علاج کرے گا لیکن اس کے ماتھے پر مایوسی کی ایک شکن نمودار نہیں ہو گی۔ وقار مجروح کے مطابق یہ وہ سیل نہیں جسے شیخ رشید کال کوٹھری کہتے ہیں جس کی کال پر سیاست دان اکثر لبیک کہتے رہتے ہیں۔ ایک عورت نے کسی وجہ سے اپنے بچوں کو کوستے ہوئے کہا اوہ نادانوں! کم از کم اپنے باپ پر ہی چلے جاؤ!!! جیل والوں نے اس کے اچھے چال چلن کی وجہ سے اس کی آدھی قید معاف کر دی ہے ...

آپ اسے وہ سیل نہ سمجھ لیں جسے آجکل ہر وقت کان کے ساتھ لگایا جاتا ہے.... جن کے پیدائشی کان نہیں ہوتے ان کے لئے سیل فون اور عینک دونوں کام نہیں دیتے۔ کانوں سے

بہرے کا المیہ یہ ہوتا ہے کہ اسے کچھ نہیں سنتا اور اس سے بڑا المیہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی سنتا بھی کوئی نہیں۔ اگر کسی ''اچھے'' چال چلن والے شخص کی جوانی ہی میں ناک کٹ گئی ہو تو اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں سائنسدان جسم کے ایک حصے سے اس کا سٹیم سیل نکالیں گے اسے ماتھے یا بازو پر ذرا ''سہاگہ'' پھیر کر اسے بیج کی صورت بو دیں گے کچھ دنوں بعد ناک جیسی ایک تیکھی کونپل نکل آئے گی۔ حال ہی میں ایک اور خبر نظر سے گزری ہے کہ چین میں سائنسدانوں نے بازوں پر کان اُگا کر سائنس کی ''اعضائے ترکیبی'' کو بدل کر دوبارہ ''محفل اعضاء'' ترتیب دے دی ہے جو سٹیم سیل سے ذرا مختلف ٹیکنالوجی ہے۔

دیواروں کے کان کے متعلق وقار مجروح کافی آگاہ ہے اور اسے اسی دیوار کے ساتھ کئی دفعہ لگایا بھی گیا ہے لیکن بازو پر صرف ایک کان دیکھ کر اب وہ مزید ''چوکنا'' ہو گیا ہے کہ کہیں کوئی ایسی ویسی راز کی بات منہ سے نکل ہی نہ جائے...

سٹیم سیل سے بنائے گئے ان کانوں میں کنکھجورا بھی سوچ سمجھ کر داخل ہوگا کیونکہ جن کانوں میں بات پہنچ نہیں پائے گی وہاں کان کھجورا کانا پھوسی کر کے کیوں کر خودکشی کی کوشش کرے گا۔ ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے اس تکنیک کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے ابھی تک اس جھوٹ کے پلندے کے بارے میں کچھ نہیں کیا۔ بقول اس کے، فرض کریں اگر کان اُگ بھی آیا اور اس میں درد ہوا تو؟....صرف ہم ہی اس کا علاج کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں مگر لگتا یہ ہے کہ ان کانوں کو سرجن کے خلاف بھرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔

لوگوں کے کان یہ بات سن کر پک گئے ہیں کہ سٹیم سیل کے ذریعے چوہے کی پشت پر اُگایا گیا انسانی کان صرف دو ماہ میں ''پک'' کر تیار ہو گیا ہے گویا اب وہاں چوہا بھی انسانی باتوں پر کان دھرنے کے قابل ہو گیا ہے جہاں وہ کبھی ناک دھرا کرتا تھا۔

کان بنانا بڑا آسان ہے ناک کے حروف الٹالیں تو کان بن جاتا ہے...شاید سٹیم سیل سے تیار کیا گیا کان ایک فائدہ یہ ہو کہ سردار جی کو اگر کہا جائے کہ کان کھول کر بات سنو تو وہ حکم بجا

لاتے ہوئے کانوں کے پیچ ہی کھول لے.... یہ بات بھی اہم ہے کہ ناک ہو یا کان اس کا درد بے چین کر دیتا ہے اور درد کے الفاظ الٹا بھی لئے جائیں تو درد ....وہیں کا وہیں رہتا ہے ایک عرصہ قبل میں نے اپنے ایک مضمون' ایشا کا نادان داماد' میں الفاظ کو بیچ چوراہے کے الٹانے کا قصد کیا تھا یہاں ایک شعر بھی یاد آ گیا ہے۔

بارش شرابِ عرش ہے یہ سوچ کر عدم
بارش کے سب حروف کو الٹا کے پی گیا

بالکل اسی طرح جسم کے کسی حصے پر کان کی جگہ ناک اُگا کر بھی اپنی جگہ لگایا جا سکے گا۔ کبھی کبھار اُگایا گیا ایک سوراخ والا ناک ذرا سستا بھی مل جائے گا اور تین سوراخ والا سب سے مہنگا... کیونکہ اس سے ناک بھوں اس طریقے سے چڑھائی جا سکے گی کہ اپنے ناک کی سیدھ والے شخص کا پتا پانی ہو جائے گا ویسے ایک عام ناک کی اتنی ''پسلی'' نہیں ہوتی کہ وہ کسی دوسرے کے لئے خطرناک ثابت ہو۔ تین سوراخوں والا ناک جدید'' ورژن'' ہوگا۔

اگر کوئی اپنے ڈاکٹر کو یہ کہہ دے کہ ڈاکٹر صاحب میری اتنی پسلی نہیں کہ میں آپ کی فیس کا بوجھ اٹھا سکوں تو اب دونوں یعنی ڈاکٹر اور مریض مل کر ایک دوسرے کی دواء بن سکتے ہیں اور نئی معاشی پسلیاں بھی دریافت کر سکتے ہیں۔ پسلی والے مریض کا مطلب پیسا والا مریض بھی ہوتا ہے اور پیسے کی خوبی ایک یہ ہے کہ یہ جان بچانے کے کام بھی آتا ہے .... کبھی یہ کنجوس کو مار پڑنے سے بچا لیتا ہے ہے اور کبھی خود دولت کو خرچ کرنے سے بھی یعنی تھوڑی رشوت دے کر بڑا روکڑا بچایا جا سکتا ہے یوں دولت دولت کے کام آتی ہے لیکن اسے ایک نہ ایک دن خرچ ہونا ہی ہوتا ہے... مریض تو مریض ہوتا ہے آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ یہ دولت مند مریض ہے یا مفلس یہاں سب کو ایک ہی ''اسٹیتھ'' سے ہانک کر وارڈز میں بھیج دیا جاتا ہے... ویسے ڈاکٹر کے پاس محمود و ایاز ایک ''پیج'' پر ہوتے ہیں۔

شروع شروع میں ظاہر ہے سٹیم سیل سے جسم پر نئے اعضا کو اُگانا ذرا مہنگا پڑے گا....

اگر منہ میں نئی زبان اگانا مقصود ہو تو بہتر یہی ہے کہ ڈاکٹر کے ساتھ ایک زبان کر لی جائے بڑے کہتے ہیں کہ میٹھی زبان سے کئی مسائل ختم ہو جاتے ہیں اور زبان پر مسلسل خارش سے کئی مسائل جنم لیتے ہیں ورنہ ڈاکٹر صاحب بھی اپنی زبان پر درد کی شکایت لا کر آپ سے زبان درازی کر سکتے ہیں ....اگر غلطی سے یہ سیل وہاں سے حاصل کر لئے جائیں جہاں ناک کان اور زبان کی سرحدیں ملتی ہیں تو بڑی عجیب شئے بن کر سامنے آئے گی اور ہو سکتا ہے سائنسدان ان پیدا ہونے والے بے ڈھنگے اعضاء کو دوبارہ ری سائیکل کرنے کا سوچیں....اگر کوئی یہ پوچھے کہ کیا ایک نیا دماغ بھی جسم کے کسی حصے پر اگایا جا سکتا ہے تو اس کے بارے میں کوئی مصدقہ خبر اور تصدیق نہیں ہوئی ہے کیونکہ ڈاکٹروں کے بقول جس کا دماغ پہلے ہی ناکارہ ہو وہ نئے کے بارے میں میں کیسے سوچے گا۔

وقار مجروح کے خیال میں سٹیم سیل سے تیار کی گئی ناک میں دم خم نہیں ہو سکتا حالانکہ ماہر ڈاکٹر گواہ ہیں کہ دم بھی ہوتا ہے خم بھی آ سکتا ہے بلکہ ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس میں بولا بھی جا سکتا ہے۔ویسے یہ ناک سگریٹ کا دھواں نکالنے کے لئے آئیڈیل بھی ہو سکتی ہے اور اگر سٹیم سیل سے کشید کی گئی ناک لگانا پڑ ہی جائے تو لوگ بڑے نتھنے والی ہی لگوائیں گے کیونکہ ہوا فری مل جاتی ہے اور سگریٹ کا دھواں اندر سے ''باہر دھواں دار'' طریقے سے نکالے جانے کا آپشن بھی موجود ہوگا۔ویسے کتے میں سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ کئی تہوں میں چھپی ہیروئن بھی باہر نکال لیتا ہے مگر وقار مجروح سونگھ کر صرف اپنا کم شدہ کتا ہی تلاش کر پاتا ہے بلکہ جب وہ اس کام کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو کئی آوارہ کتوں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔

اگر غلطی سے دانتوں کی جگہ ناک کا سٹیم سیل پلانٹ کر دیا گیا تو ظاہر ہے عقل داڑھ کی جگہ ناک نکل آئے گی پھر یہ بحث تو دور کی بات کہ یہ دودھ کا ناک ہے یا یہ دانت ....بہہ رہا ہے یا تیکھا ہے... جیسی ہیبت ناک باتیں بھی ہوں گی...ایسے ناک کو ٹوتھ برش سے صاف کرنے کے علاوہ اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ اسے بوقت ضرورت اور بلا ضرورت رگڑنے سے وارنٹی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا.....

سٹیم سیل سے گنجے پن کو بانکپن میں بدل کر اس کی مکمل ''سرکوبی'' کی جاسکتی ہے اور اس علاج سے سر پر کثیر بال آکر وبال جان بن جائیں گے بلکہ سر چھپانے کو جگہ نہیں ملے گی۔ گنجے پن کی وجہ سے کنگھی یہ شکایت کرے گی کہ میں اتنے گھنے بالوں کو کیسے سنواروں میری تو اپنی پسلیاں ٹوٹنے کو ہیں حالانکہ یہی کنگھی پہلے یہ شکایت کرتی تھی کہ اس سر پر چلنا میرے معیار کی توہین ہے۔ دوسری طرف یہ خبر تھی شکاگو میں سولہویں امریکی آنجہانی صدر ابراہام لنکن کے مجسمے کا ہاتھ چوری کر لیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس ہاتھ پر گھڑی بندھی ہو اور چور نے اچھی گھڑی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ہاتھ کو اپنا ہاتھ دکھایا ہو ....اب دیکھتے ہے قانون کے لمبے ہاتھ اس ہاتھ کی برآمدگی میں کتنا عرصہ لگاتے ہیں....

☆.....☆.....☆

راجہ ''نرندر''

ایشیا میں ٹرمپ کی مورتی کی پوجا اگر کوئی کرتا ہے تو وہ یہی ہے اور یہ ایک ایسے ہٹ دھرم کا ذکر ہے جو اپنے دھرم کو سب پر دھرنا چاہتا ہے۔...نرندر مودی نے اپنے سیکریٹری کو ہدایت کی ہوئی ہے کہ ہر جگہ میرا نام پہلے ہونا چاہئے بلکہ انگریزی کا ''دا'' بھی میرے نام کے بعد آنا چاہئے۔یعنی ''مودیThe''

ایک لحاظ سے قسمت کا دھنی ہے بچپن میں اس نے ایک نجومی کو ہی ہاتھ دکھا دیا مگر بعد میں اس کے ہاتھ نہ لگ سکا حالانکہ تھانے میں بھی اُس کا ہاتھ پڑتا تھا...دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ اس ریلوے اسٹیشن پر جہاں اس کے چائے کے ''کیوں'' کا کاروبار پھیلا ہوا تھا ہلاکتیں ہو چکی تھیں اور زخمی ریل کی پٹری پر اوندھے منہ پڑے تھے پلیٹ فارم پر لیٹے ایک صحیح سالم شخص کے پاس ایک میڈیا کے نمائندہ نے مائیک بڑھاتے ہوئے پوچھا کہ یہ حادثہ کیسے ہوا؟ کہنے لگا یہ سارا قصور اناؤنسر کا ہے سب اچھے بھلے ٹرین کے انتظار میں پلیٹ فارم نمبر دو پر کھڑے تھے اور جیسے ہی اس نے اعلان کیا کہ گاڑی پلیٹ فارم نمبر دو پر آ رہی ہے مسافروں نے جانیں بچانے کے لئے جھٹ سے ریلوے کی پٹری پر چھلانگیں لگا دیں میں چونکہ خودکشی کرنے ریلوے لائن پر لیٹا تھا چنانچہ اپنا مقصد حل کرنے کے لئے جھٹ سے پلیٹ فارم پر لیٹ گیا.....دیکھ لیں میری اور مسافروں کی بدقسمتی کی ایک نئی جہت....

مودی جو کہتا ہے اس کے کہے پر قہقہہ ضرور لگتا ہے مثلاً ایک دفعہ یہ کہتا پایا گیا ''ایک کہاوت جو مجھے صحیح طرح ''یاد'' نہیں کہ اپنی تاریخ کو نہیں بھولنا چاہئے اور یہ بات سب کو یاد رکھنی چاہئے'' اس کا قریبی حلقہ کہتا ہے کہ اس کا ہاتھ بہت کھلا ہے اور کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب یہ بہت

کھل چکا ہے بچپن کے دوست یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ خفیہ ہاتھ سے بہت مشابہت رکھتا ہے مگراب یہ کافی حد تک دنیا کو ہاتھ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ عام آدمی پارٹی بھی اسے کچھ کہنے میں پیچھے نہیں کہ یہ ایک نہ ایک دن اپنے منہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا...

انیس سوتیس یعنی فریج کی ایجاد سے پہلے دودھ کو محفوظ رکھنے کے لئے اس میں مینڈک چھوڑ دیا جاتا تھا اور روس میں یہ طریقہ صدیوں تک رائج رہا کیونکہ مینڈک کی جلد سے دودھ محفوظ کرنے والا کیمیکل خارج ہوتا ہے چنانچہ بھارت میں مودی کو جمہوریت میں چھوڑ کر مینڈک والا تجربہ کیا جارہا ہے لیکن یہاں ایک بات اہم ہے کی چینی لوگ مینڈک کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ فرعون بھی مکھیوں سے بچنے کے لئے اپنے دربار میں محافظوں کے جسموں پر گڑ کا شیرا لگا دیتے تھے لگتا ہے بھارت کی عوام نے بھی یہ واقعہ سن کر مودی پر بھی کچھ مل رکھا ہے کیونکہ یہ اسی دور کا جدید ''ورژن'' ہے...

ویسے دنیا پاگلوں کے ہاتھوں پریشان ہوا کرتی ہے لیکن بھارتی پرائم منسٹر مودی الٹا گوگل کے ہاتھوں پاگل پن کا شکار ہورہا ہے اور اس مایوس کن صورت حال میں اس کے چاہنے والے گوگل سے دو چار ہاتھ کرنا چاہ رہے ہیں۔ کیونکہ گوگل کی سائٹ پر مودی کو دنیا کے چوٹی کے دس بستہ ب کی فہرست میں ڈال دیا گیا ہے۔ مودی کے چیلے چاہتے ہیں کہ اس کا نام چھٹے نمبر سے دسویں نمبر پر کر دیا جائے کیونکہ یہ اتنا بھی ''چھٹا'' ہوا نہیں ہے حالانکہ دس نمبر کا یہ ایوارڈ اس کے سیاسی معاملات میں مزید گراوٹ لا سکتا ہے لیکن وہی بات، کہ وقت بدلتے ہی خواہشات کی اچھل کود میں نرمی آجایا کرتی ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ذرا سی بات پر اس کے چیلوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھتے ہیں اور اس کے سر میں.... گوگل کو یہ بھی علم ہے کہ کسی ہمسایہ ملک میں گڑ بڑ کرنا ہو تو سازش کے لئے ایک ارب ڈالر نکالنا اس کے لئے مشکل نہیں ہوتا اور سازش کرنے والوں کی فہرست میں بھی یہ سب اوپر دکھائی دیتا ہے مگر اس کی عوام کرنسی تبدیل کروانے کے لئے اس کی پالیسی تبدیل نہیں کرواسکی... دسویں سے چھٹے یا چھٹے سے دسویں کا ادل بدل ہو بھی جائے تو اس کی مقبولیت کا بستہ

گول ہو کر ہی رہے گا۔ان کے چیلوں نے آلہ آباد کی عدالت میں گوگل کے خلاف اپیل دائر کر کے اس ناشائستہ بات کو مزید وائرل کر دیا ہے...ایسی بھارتی کچہری میں یہ نوٹس بورڈ لگا ملتا ہے:
''اگر آپ کسی وکیل سے شادی کے خواہشمند ہیں تو صرف ایک بار، بار کے عہدیداران سے مشورہ کر لیں''

جوتا پاؤں کو تکلیف دیتا ہے پاؤں جوتے کو نہیں...یہ وہ تکلیف ہے جسے بھارتی عوام بلاخر ایک دن محسوس کریں گے۔شاید یہ فہرست ایک اور کروٹ لے اور مودی مزید بگڑ کر دو نمبر پر آ پہنچے مگر یہ بات بھارتیہ زبان زدِ عام میں زیادہ قابل اعتراض ہو جائے گی اور دوست ممالک میں اس کی قدر منزلت زیادہ بڑھ جائے گی۔وہ مزید بڑے بڑے اعزازات اور نشانات اسے بخشنے کے لئے تیار بیٹھے ہوں گے...اور حسینہ واجد اس کے دوستوں میں اولین فہرست پر موجود ہے بقول وقار مجروح اگر کوئی عورت کہے کہ میں مردوں کی طرح جینا چاہتی ہوں تو وہ دماغی پراسٹیٹ کی مریضہ ہے...ویسے مودی کہاں کسی کے قابو آنے والا ہے اس نے تو ایسے کئی معاملات کا سامنا کیا ہے ایک ایسے ہی شخص کا دعوی تھا'' آپ مجھے ملزم سے مجرم نہیں بنا سکتے کیونکہ میں اپنے کام میں ماہر ہوں''

اگر یہ ماڈلنگ کے مقابلہ میں شرکت کرے تو یہ وہاں بھی پوزیشن لے لے گا کیونکہ بغیر دھلی دھوتی اور ''ورما'' کی واسکٹ جب یہ بار بار پہنتا ہے تو لگتا ہے اس نے یہ لباس اپنے اوپر تن زیب نہیں کیا بلکہ ''نافذ'' کیا ہوا ہے جیسا کہ اس نے کشمیریوں پر کرفیو نافذ کر کے دنیا میں پہلی پوزیشن لے رکھی ہے۔گوگل انتظامیہ نے بھی عدالت کے اس نوٹس کو ابھی خاطر میں نہیں لایا اور مودی کا نام ابھی بھی گوگل کی ECL پر ویسے کا ویسا موجود جیسے صوبہ بہار میں لالو کے سموسہ میں آلو ....

اپیل میں یہ کہا گیا ہے کہ گوگل اسی طرز پر معافی مانگے جیسے انہوں نے ماضی میں ہم جنس پرست کے لفظ کو زنخے میں تبدیل کر کے مانگی تھی...واہ واہ! کمال کی منطق پیش کی گئی ہے...لگتا ہے جہاں بھارت دوسری اجناس کی کمیابی کو پورا کر رہا ہے وہاں یہ بیوقوفوں کی گرانی کے خاتمے کے بھی

در پے ہے اگر دنیا میں دس ٹاپ ٹین بیوقوف لوگوں کے انتخاب کے لئے تیس چالیس آدمیوں کی کوئی کمیٹی بنائی جائے تو اس کا نتیجہ اخذ کرنے والے اپنی کمیٹی میں سے ہی پہلے دس درجات لے اڑیں گے کیونکہ بے وقوفی کا کوئی عالمی معیار نہیں ہوتا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیوقوفی بھارتی مرد کی پہلی بیوی ہوتی ہے۔ گوگل کے خلاف ایک اور پٹیشن کشمیر کے نقشے کو پاکستان ظاہر کرنے کے جرم میں بھی زیر سماعت ہے۔ مودی اعلیٰ تعلیم یافتہ تو نہیں لیکن کسی ''آلہ'' تعلیم کا ''اینڈ رائیڈ'' اس کے پاس ہے ضرور ہے.... اعلیٰ تعلیم کا بہترا ستعمال یہ ہے کہ آپ جس یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس کریں اور اسی کا پرنسپل آپ سے اپنا آپریشن کروائے یا اس کے برعکس آپ جس کالج سے قانون کی تعلیم حاصل کریں اور ڈگری لینے کے بعد اسی کے خلاف اپیل دائر کر کے اپنی ادا کی گئی فیس بھی واپس ڈگری کروالیں...

بقول وقار مجروح ''میں سب سیاسی پارٹیوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہوں کیونکہ میں جمہوریت پسند ہوں'' اسی طرح کی فکر مودی کی ہے جو راشٹریہ سیوک سنگھ، سماج وادی اور بھارتیہ جنتا پارٹی سب کو یکساں پسند کرتا ہے۔ اگر یہ کمیٹی اپنی سفارشات میں ایک ایسی کریم کی ایجاد کا حکم دے جو رنگ گورا کرنے کے علاوہ کریمنلز کے کرائم پر بھی پردہ ڈال دے تو اس کے نام کے رجسٹر کرانے والے بھی جلد میدان میں آجائیں گے اور جلد از جلد اس کا "Creamy-Nil" نام کا ٹریڈ مارک حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تا کہ کوئی دوسرا اس کی پراڈکٹ کی نقالی کر کے جرم کے ارتکاب سے باز رہے... اپنی پارٹی کے لوگوں کے ساتھ اس کی مخلصی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ایک ساتھی کا مکان گر گیا۔ اس نے ملبے کے اوپر یہ لکھ کر لگا دیا'' گھر کے ملبہ سے کچھ غیر ملکی اسلحہ ملا ہے جس کا ہو وہ نشانی بتا کر لے سکتا ہے'' اس میں ایک خوبی یہ تھی کہ اپنے گھر میں کبھی اسلحہ نہیں رکھتا تھا ہمیشہ ہمسائیوں کے گھر چھپایا کرتا تھا اور ضرورت کے وقت خود چھپتا پھرتا تھا۔ اس نے کبھی کوئی کھیل نہیں کھیلا مگر کروڑوں میں کھیلتا ہے۔ سبزی خور ہے لیکن جب اسہال لگے ہوں تو مچھلی دل بھر کے کھاتا ہے اگر مچھلی نہ ملے تو بکرے کی ران سے نکلوا کر گزارا کر

لیتا ہے کیونکہ اس نے سن رکھا ہے کہ کسی کے دل جیتنے کا راستہ معدہ ہے۔اس سے پوچھا گیا آپ انڈے ٹماٹر کیوں نہیں کھاتے کہنے لگا کیا یہ عقل مندی ہے؟

بقول مچل ہیڈ برگ ''سبزی خور ہر اس شئے کو نہیں کھاتے جس کے والدین ہوں''

بچپن میں گھر سے بھاگنے والوں کا اگر حساب کتاب کیا جائے تو یہ اس میں بھی نمایاں حثیت رکھتا ہے لیکن یہ چائے کا نشہ ٹوٹنے پر فوراً واپس گھر لوٹ آنے والوں میں نمایاں رہا اور اسی طرح تھانے سے بھاگنے پر بھی...جس طرح اس کی وائف کے ساتھ نہیں بنی اسی طرح والدین کا ویری بھی رہا۔ایک دفعہ رات کے پچھلے پہر پولیس نے اس کے گھر پر دھاوا بولا اس نے بھانپ لیا اور اندر ہی سے بولا میں کافی دنوں سے جلاؤ گھیراؤ نہیں کیا آپ یہاں کیوں آئے ہو پولیس نے کہا اسی لئے آئے ہیں... بھارتی مسلمانوں کو اب اندازہ ہونے لگا ہے کہ غلامی بھی بری ہے اور گداگری بھی...لیکن گداگری غلامی سے ہزار گنا بہتر ہے کیونکہ اس میں انسان کم از کم آزاد تو ہوتا ہے۔آج کل یہ بیمار ہے اور دفتر کے باہر یہ نوٹس بورڈ لٹکا رکھا ہے

''صرف ضروری بات کریں میرے گلے پڑے ہیں کہیں میں آپ کے گلے نہ پڑ جاؤں''

دوست ممالک سے بھارت کا تعلق ڈھکا چھپا نہیں افغانستان میں بھارت نے تو کئی فیکٹریاں لگا رکھی ہیں آج کل یہاں کی اسٹاک مارکیٹ کریش کر گئی وجہ؟ ''خودکش جیکٹ بنانے والی کمپنی کے مزدوروں کی ہڑتال'' بھارت کے مختلف مذاہب کی اسی فی صد آبادی غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہے اور غلام معاشرے میں ہر شخص خود پسند ہوتا ہے کیونکہ سب غلامی کی وردی میں ہوتے ہیں...مودی کے گردے فیل ہو جائیں تو مسلمان اپنے گردے دینے کے لیے پیش پیش ہوں گے لیکن اگر اس کا دماغ فیل ہو گیا تو وہاں دماغ کی پیوند کاری دل گردے کا کام ہوگا...جس کے سر میں دماغ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی وہاں مسلمان اس کے سر کی کیا قیمت لگائیں گے۔سنا ہے برمودا ٹرائی اینگل میں ہر شئے ''بھسم'' ہو جاتی ہے آئندہ یہ سنا جائے گا کہ ایشیا کی ''برمودی'' میں اس کی اپنی پارٹی بھسم ہو گئی ہے...

☆.....☆.....☆

توجہ فرمائیں !!!

مختلف جگہوں پر آویزاں نوٹس بورڈز سے کسی بھی فرد یا ادارے کے جمالیاتی ذوق کا اندازہ بھی ہوا کرتا ہے۔ایک سرکاری سکول میں یہ نوٹس بورڈ لگا تھا "اپنے بچوں کو ہمیشہ اصل ناموں سے پکاریں اگر نام کا عرف پکارنا ہو تو آخر میں بڑی ''ے'' والے عرف کو ترجیح دیں تاکہ انہیں آواز دیتے ہوئے آپ کے اندر سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کا زیادہ سے زیادہ اخراج ممکن ہو سکے... جیسے کاکے ...دیمے ...ننھے وغیرہ...ایک دفتر میں یہ نوٹس بورڈ آویزاں تھا'' ہمارے سسٹم میں وائرس آیا ہوا ہے لہذا ہمارے کسی الیکٹرانکس نوٹس بورڈ پر کان نہ دھریں''

کچھ نئی اور کچھ ناجائز'' ہدایات'' اور مضحکہ خیز نوٹس بورڈ حاضر خدمت ہیں...

☆ ایک شادی کے دفتر میں لکھا تھا...

شادی شدہ جوڑوں کے زخموں پر مرہم رکھنا ہمارا کام ہے ہم ہمیشہ جوڑوں کا درد محسوس کرتے ہیں

☆ پیرا گلائیڈ جمپ کے دفتر میں لکھا تھا...

مایوسی گناہ ہے بار بار کوشش کر کے آپ پیرا گلائیڈنگ میں ماہر ہو سکتے ہیں

☆ ایک حجام نے لکھوا رکھا ہے...

اگر آپ اپنے جین، جنس اور جبلت بدل نہیں سکتے تو کم از کم ہیئر اسٹائل ہی بدل لیں

☆ ایک پروگرام کے ڈائریکٹر نے ہدایت لکھوا رکھی تھی...

ہم پر اسپیکر ایکٹ بالکل لاگو نہیں ہوتا لہذا شرکاء زوردار دلائل دیں

☆ فیشن انڈسٹری کے دفتر میں لکھا تھا...

اگر آپ دوہری شخصیت کے مالک ہیں تو اس میں سے کم از کم ایک ماڈرن بنالیں

☆ ایک آنکھوں کے عطائی ماہر نے اپنی ادبی تخلیق کا یوں استعمال کیا...

انقلاب انقلاب سفید موتیا کو آنکھ پھوڑ جواب

☆ اسے دیکھ کر ایک دوسرے ماہر نے یہ لکھوایا...

یہاں کانوں کی ہر بیماری کے کان کتر دیے جاتے ہیں

☆ ایک سلمنگ سنٹر میں لکھا تھا...

اگر آپ فوری طور پر سمارٹ نظر آنا چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ ایک موٹا دوست رکھیں

☆ ایک بندوق پر لکھا تھا...

میں اپنا ''دل'' اسی پر پھینکتی ہوں جس کی طرف حامل ہذا میرا رخ کردے

☆ ایک فلاسفر کے دفتر میں لکھا ہے...

جس دن سورج نہ نکلے رات کو مزید جاگنا پڑتا ہے

☆ ڈونلڈ ٹرمپ کے دفتر میں لکھا ہے...

کہتے ہیں دو برائیوں میں سے اس کا انتخاب کریں جس سے آپکا پالا نہیں پڑا لہذا ووٹ مجھے دیں

☆ بارک اوبامہ کے دفتر میں لکھا ہے...

آپکا دشمن گھورے تو برا مت منائیں اور اگر برا منائے تو دشمنی مت رکھیں

☆ شراب کی بوتل پر لکھا تھا...

اگر آپ مجھے دل جگر سے چاہتے ہیں تو میں بھی آپ کے دل گردے چاہتی ہوں...

☆ چین میں قائم ایک شیشے کے پل پر لکھا ہے...

اس پر سوار ہونے سے مت گھبرائیں یہ دیسی چائنا مال سے تیار کیا گیا ہے

☆ ایک ساربان نے لکھوا رکھا تھا...

میرے اونٹ بہت شریف ہیں یہ کئی کئی ہفتے نہیں پیتے

☆ ماہر نفسیات نے لکھوا رکھا تھا...

ان لوگوں کا ذہن صاف رہتا ہے جو وقتاً فوقتاً اسے تبدیل کرتے رہتے ہیں

☆ کلوننگ کرنے والی کمپنی نے دفتر میں لکھوا رکھا تھا...

آڈر پر تیار شدہ مال دفتر ہذا میں چیک کر لیں بعد میں واپس یا تبدیل نہیں ہوگا کیونکہ اس کی ری سائیکلنگ ممکن نہیں...

☆ ایک دیوار پر لکھا تھا...

لکھنے پڑھنے کے لئے حروف تہجی سیکھیں اور بولنے کے لئے وکالت

☆ ایک ڈیلر نے لکھوا رکھا تھا...

اپنا باورچی خانہ چلانے کے لئے اپنے برتن اور اپنا گھر چلانے کے لئے اپنا گھر نہ بیچیں

☆ ترویج اردو کے ایک ادارے نے انگریزی میں لکھوا رکھا تھا...

Please share your efforts for implemention of our National Language Urdu.

ایک کلب میں درج تھا...

دوسرے کی بیوی، بیوقوفی اور بیوٹی کٹ پر نظر مت رکھیں

☆ کالے جادو کی کاٹ کے ماہر نے لکھوا رکھا تھا...

یہاں کان میں پھونکنے اور ناک میں دم کرنے کی سہولت موجود ہے

☆ ایک اسلحہ ڈیلر نے لکھوا رکھا تھا...

دوکان میں ہتھیار ساتھ لانا منع ہے

☆ ہسپتال کے آپریشن تھیٹر میں لکھا تھا...

تھیٹر چھوڑنے سے پہلے اپنے گردے وغیرہ گن کر چیک کر لیں بعد میں ہسپتال ذمہ دار نہ ہوگا...

☆ پرائیویٹ ہسپتال میں یہ خوش خبری لکھی تھی...

ہارٹ Fail ہونے کی صورت میں بائی Pass کی فوری سہولت

☆ ریلوے سٹیشن پر لکھا تھا...

چلتی کا نام گاڑی اور کھڑی کا نام ''روکھڑی ایکسپریس''

☆ بیوٹی پارلر میں یہ ہدایت لکھی تھی....

بیوٹی پارلر کی حدود پار کرتے ہی میک اَپ کی گارنٹی کا خاتمہ تصور ہوگا

☆ بنے بنائے گھر والوں کی اہم پیشکش

''فری ہوم ڈلیوری''

☆ ایک اجڑے باغ میں لکھا تھا...

یہاں دن میں الو بولتے ہیں اگر ان سے باتیں کرنا مقصود ہو تو ہندی سیکھ کر داخل ہوں

☆ موسیقی کے آلات بنانے والے کاریگر نے لکھوار کھا تھا...

خریدنے سے پہلے ہر چیز ٹھونک بجا کر دیکھ لیں بھلے یہ طبلہ ہی کیوں نہ ہو

☆ ایک NGO کے دفتر مین کوئی لکھ گیا...

چادر کے اندر پاؤں پسار کر دوسروں کو پاؤں پر کھڑا ہونے کی نصیحت نہ کریں

☆ باڈی لینگویج سکول میں ایک ہدایت نامہ...

جسمانی گفتگو سے پرہیز کریں کیونکہ جسم وہ بیان کر دیتا ہے جو زبان بھی نہیں کر سکتی

☆ ہیڈ ماسٹر نے لکھوار کھا تھا...

طالب علم کے پاس بستہ ہونا اور استاد کو علم کے لئے کمر بستہ ہونا ضروری ہے

☆ مارکیٹ میں ایک بورڈ آویزاں تھا...

منافع خور "حلال" سے رج چکا ہوتا ہے اور آدم خور معاشرے سے

☆ احتجاج کرنے والوں نے یہ پلے کارڈ اٹھا رکھا تھا...

شادی بیاہ پر بینڈ باجے کی رسم کا تقریباً باجا بج چکا ہے لہذا ہمارے حال پر رحم فرمائیں

☆ ٹیلی ویژن ایجاد کرنے والے نے اپنی لیبارٹری میں لکھوا رکھا ہوگا...

میں نے ٹیلی ویژن نہیں، سستی کی ایک قسم ایجاد کی ہے

☆ ایک ایئرلائن کے دفتر کے باہر لکھا تھا...

اگر آپ اُڑنا چاہتے ہیں تو اپنے پَر نکلنے کا انتظار مت کریں فوری ٹکٹ خریدیں ...

☆ امریکہ میں بنے ایک تابوت پر لکھا تھا...

لائف ٹائم گارنٹی کے ساتھ

☆.....☆.....☆

ڈاکٹر حکیم بخش ہومیو اور نون

ڈاکٹر حکیم بخش ہومیو نے حکمت، ہومیو اور ایلو پیتھی کے ساتھ سیاست میں بھی یکساں قدم رکھ لیا ہے اور اب انہیں قدم قدم پر بازگشت کی ہائی پوٹینسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے چنانچہ وہ روزمرہ امور کو یوں دیکھتے ہیں جیسے انسان جنگل میں کسی خوبرو کو دیکھتا ہے۔ معلوم نہیں ایک دوسری سیاسی پارٹی سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں اور لفظ نفرت بھی زبان پر نہیں لاتے فرماتے ہیں کہ اس میں بھی ''نون'' آتا ہے۔ اگر کوئی اکیلا نون صاحب کہہ کر انہیں مخاطب کرے تو فری سائز آنکھیں نکال کر اسے دیکھتے ہیں اور ان کا چہرہ بھی casual سا بن جاتا ہے اور پھر اسے اپنے ''ڈومیسائل'' میں رہنے کا مشورہ بھی دے دیتے ہیں۔ میانوالی کے نون خاندان سے ہیں لیکن اپنے نام کے ساتھ اب نون لگانا گناہ سمجھتے ہیں پہلے ڈاکٹر حکیم بخش نون لکھا کرتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اپنے نام کا علاج کروا کر اسے کسی اور کام کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ میانوالی کو خیر باد کہہ کر صرف اس وجہ سے لاہور آباد ہو گئے کہ اس میں ''میاں'' آتا ہے حالانکہ دیکھا جائے تو میاں والی کے بعد صرف لاہور ہی ''میاں والا'' نظر آتا ہے....

میاں کا لفظ منہ پر آتے ہی غصے میں ان کے جسمانی ماحول میں ''گر-میاں'' محسوس ہونے لگتی ہیں بلکہ گرمیاں بھی وہ جو گرمیوں کے عین ''در-میاں'' ہوتی ہیں۔ اپنی بیوی نسرین نون کو بھی منہ نہیں لگاتے کہ اس کے نام میں نون کی بہار آئی ہوئی ہے۔ نام کے شروع اور آخر میں نون نے تو جیسے ان کا دماغ ہی نااہل کر دیا تھا لیکن ابھی اپنے لیڈر کے نام میں نونیں اس لئے نظر انداز کر رکھی ہیں کہ گرم چیزیں ہی گرمی کا توڑ ہوتی ہیں...

دورانِ معائنہ، جب کبھی ڈاکٹر صاحب کا موڈ خراب ہوتا تو مریض کی نبض دیکھنے میں بھی تامل کرتے کہ اس میں بھی انہیں نون دکھائی دیتی تھی چنانچہ نبض دیکھنے سے پہلے اس کی ''پسلی'' پر نظر ڈال لیتے تھے اور اگر ''حلقے'' کا مریض مفت علاج کے لئے اسرار کرے تو اسے صاف کہہ دیتے کہ بھائی میری اتنی پسلی نہیں کہ تیری معاشی پسلی کو میں اپنی سے سیدھا کروں۔ یہ آئین کی تشریح اس حد تک کرتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے یہ اس کے ''Appendix'' کا آپریشن کر رہے ہوں۔

اپنے کلینک کو خیر باد کہنے کی کہانی بھی بڑی عجیب ہے اور ایک نفسیاتی مجبوری بھی ان کے آڑھے تھی، وہ یہ کہ مریض کے منہ میں تھرمامیٹر دے کر پوچھتے ''تجھے کیا مسئلہ ہو گیا ہے؟''

دریں اثناء انہیں یوں محسوس ہوتا کہ مریض نہیں کوئی جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ آنکھ کان ناک کی تکلیف میں مبتلا مریض کے قریب بھی نہ جاتے کیونکہ وجہ شاید ایک نون ہی بنتی تھی۔ ویسے یہ جانے پہچانے بارعب قسم کے طبیب ہیں جبکہ مریض کی کیا مجال کہ ان کے سامنے ''کھانس'' سکے کیونکہ مریض کے منہ میں موجود تھرمامیٹر کی رینج میں دوسرے مریض کی تکالیف کے سکور میں ایک ''over تھرو'' کا مزید اضافہ ہو سکتا تھا۔ منہ میں تھرمامیٹر لیکر اگر مریض ہی اپنی تکلیف صحیح طریقہ سے نہ بتائے تو اس میں ڈاکٹر کا کیا قصور؟

اسی حالت میں ایک دن ایک دیہاتی مریض یوں گویا ہوا ڈاکٹر صاحب میری آنکھ دکھ رہی ہے۔ کہنے لگے مجھے ادھر ہی سے کیڑا لگا نظر آ رہا ہے، صبح شام برش کیا کرو بلکہ بہتر ہے اسے نکلوا ہی دو۔ ایک نابینا کو ایسے مشورہ دے رہے تھے ...میری دوا شروع تو کرو پھر ''دیکھنا'' اس کا اثر۔ بالکل ساتھ بیٹھے ایک اور مریض نے کہا جناب میرا گلا بیٹھا ہوا ہے تو اسے کہنے لگے اچھا! کہاں باہر؟ اس کو بھی اندر ہی لے آئیں....

ذرا لیفٹ آرم قسم کے ڈاکٹر رہے ہیں اس لئے مریض کی طرف نسخہ بھی ایسا پھینکتے کہ میڈیکل سٹور والے بھی نہ سمجھ سکیں۔ لیکن دوسری طرف لگی لپٹی بات پر یقین نہیں رکھتے تھے اس لئے اشعار، محاورے اور ضرب المثل کا استعمال شاذ و نادر ہی کرتے اور اگر کوئی ان کے در و بام

پر ان کا استعمال کر بیٹھے تو ''در گذر'' کر دیتے۔اپنے پیرا میڈیکل سٹاف کو اس کام پر عمل پیرا کروانے کی کوشش کرتے کہ وہ مریض کو کڑی سے کڑی دوا دینے سے گریز نہ کرے۔ان کے کمپوڈر نے تو یہ بورڈ بھی لگوا رکھا تھا...

''ہمارے طبی مشورے اور آپکی طبعی واپسی''

ایک دفعہ ان کا مریض عاجزی سے کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب پہلے مجھے چیک کر لیں بڑی دیر سے میرے پیٹ میں چوہے ناچ رہے ہیں دریں اثناء اسے ایک ایسی دواء دی گئی کہ نہ رہا بانس اور نہ بجی بانسری...

درحقیقت یہ اس ڈاکٹر کی طرح نہیں تھے جس نے ایم بی بی ایس کا مطلب ''معالج برائے بیماری سرجری'' نکال رکھا ہو۔ان کے ایک نذر نامی مریض کا زخم ٹھیک نہیں ہو پا رہا تھا اس میں ''پس'' پڑ چکی تھی بیماری کا ''puss منظر'' پوچھنے کے بعد اسے کہنے لگے اس میں میرے علاج کا کوئی قصور نہیں لگتا ہے تمہارے زخم کو کسی کی نظر لگ گئی ہے اور دیکھو تیرے نام میں ایک ظالم نون بھی ہے؟ ایک دن اس کو کوستے ہوئے کہنے لگے ایک تم مفت میں سارے ملک کی عینکوں کے مالک بن بیٹھے ہو۔آج ہی میں نے عینک بنوائی ہے اور میرا کمپوڈر مجھ سے پوچھ رہا ہے۔

کیا یہ عینک ''نظر'' کی ہے؟

ایک مرتبہ ان کا ایک اور ریگولر مریض آ کر کہنے لگا ڈاکٹر صاحب مجھے بھوک نہیں لگ رہی۔مریض کے منہ میں موجود تھرمامیٹر نے پھر کام دکھایا اور انہیں محسوس ہوا کہ جیسے یہ کہہ رہا ہو کہ ''میری بھوک نہیں مر رہی'' اسے غصے سے کہنے لگے اٹھو! اور بھاگو یہاں سے! میں نے جیالوں کا علاج کب کا چھوڑ دیا ...

ایک اور مریض کو کہہ رہے تھے تمہاری پارٹی نے سوائے صوبے کا نام بدلنے کے اور کیا ہی کیا ہے؟ ان کے کلینک کا ایک توانا سا واقعہ یہ ہے کہ ان کے ایک ''فیملی'' مریض نے ان کے پاس آ کر اپنی بپتا یوں بیان کی کہ میرا وزن بہت زیادہ بڑھ چکا ہے اس بے چارے کی قسمت اچھی

تھی کہ اس کی بیماری سامنے نظر آرہی تھی۔ڈاکٹر صاحب کو بھی قوی امکان تھا کہ وہ اس قوی ہیکل کا علاج کرلیں گے۔اس سے کہنے لگے سامنے پارک میں تین چکر لگایا کرو لیکن بدقسمتی سے وہ تیس سمجھ بیٹھا۔اس کے بالکل ساتھ بیٹھا ایک پچکے گال والا انڈرویٹ مریض جو اپنی کمزور کہانی پہلے ہی بیان کر چکا تھا،اس کے لئے یہ علاج تجویز ہوا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو لیا کرے تا کہ شاید وہ اس کا گرتا ہوا وزن یہ اٹھا سکے۔چھ مہینے بعد وہ دوبارہ چیک ''اَپ'' کے لئے آیا تو ضرورت سے زیادہ ''ڈاؤن'' ہو چکا تھا چنانچہ اس کے لئے یہ علاج تجویز ہوا کہ وہ اپنے وزن کی واگزاری کے لئے اب اُلٹے پاؤں دس چکر لگایا کرے۔ان کے اس جدید کلیے نے بڑا ''شاندار'' رزلٹ دیا لیکن پچکے گال والے کی گھر والی اپنے شوہر کا نام گمشدہ افراد کی لسٹ میں ڈلوا چکی تھی۔آج کل ڈاکٹر صاحب کا اپنا وزن بھی کافی اُترا اترا نظر آتا ہے شاید اب وہ کسی اسمبلی کی سیڑیاں چڑھ کر ہی چڑھے گا۔معاشرے میں صحت کی سب سے زیادہ ضرورت ڈاکٹر کو ہوتی ہے اگر اسے ہی لالچ کی ڈرپ لگی ہو تو وہ مریض کو کیا لگائے گا۔اگر ان کی پوتی ان سے کوئی فرمائش کر دے تو اسے ''لیپا پوتی'' کر کے ٹال دیتے ہیں۔۔۔ایک دن ان کلینک کے باہر کوئی یہ لکھ گیا

''بکرا نہیں تو اک بوٹی سہی .... بھاگتے چور کی لنگوٹی سہی''

ان کے مریض کہتے ہیں کہ موصوف آجکل مکافات عمل کا شکار ہیں۔چونکہ ڈاکٹر صاحب ایک عرصے سے کلینک سے چھٹکارا حاصل کر چکے ہیں اس لئے آجکل انہیں ایک تجربہ کار ڈاکٹر تیس مار خان کے پاس جانا پڑتا ہے اور جہاں انہیں اپنے منہ میں تھرمامیٹر رکھ کر اسے اپنے طبیعت کا آنکھوں دیکھا حال بتانا ہوتا ہے۔آج کل ایک نورین نامی عورت کو دل بھی دے بیٹھے ہیں اور اب ان کی زبان پر ایک ہی لفظ ہوتا ہے کہ اب مجھے کسی نون سے کوئی اختلاف نہیں میں نے تو کبھی کسی کے خلاف کوئی بات نہیں کی...بہر حال نئے عشق کے بعد اب ان کی باتیں کافی بدل گئی ہیں اور لگتا ہے وہ پرانے اختلافات بھول چکے ہیں اب ان کی زبان پر اول اور آخر نور ہی ہوتا ہے اگر کوئی ان کے منہ سے تھرمامیٹر نکال کر بات سمجھنے کی کوشش کرے تو!!! ☆.....☆.....☆

محاوروں کا جدید ورژن

شاید محاوروں کا سالانہ اجتماع شروع ہو چکا ہے پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال رونق کم نظر آرہی ہے کیونکہ کچھ محاورے چل بسے ہیں جیسے ''پیسہ پھینک تماشہ دیکھ'' اب تو یہ پیسے کا سکہ بھی کہیں جابسا ہے۔ کچھ پرانے محاورے ایک جگہ اکٹھے میٹنگ کرتے پائے گئے ہیں مگر ان میں سے کچھ موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے تھے کچھ کمزور واقع ہونے کی وجہ سے مار کھا گئے جنہیں موقع پر دھرلیا گیا ان میں کچھ کی شناخت پریڈ کی گئی ہے۔ آج کچھ عمر رسیدہ محاوروں کے جدید ورژن کی بات ہو جائے جو ہمارے روزمرہ کے استعمال میں ہیں اور بڑے دلچسپ مطالب و معانی رکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں...

آپے سے باہر ہونا:

غصہ کرنا یا کھانا انسان کے لیے سب سے آسان کام ہے اور اس کے لیے عمر کی بھی کوئی قید نہیں ہوتی اور کئی دفعہ ایک لمحے کے غصے کے لئے عمر قید کاٹنا پڑتی ہے۔ لہذا غصے کا پہلا شکار صاحب غصہ ہوا کرتا ہے جو پہلا حملہ خود پر کرتا ہے۔ غربت اور امارت کا غصہ علیحدہ علیحدہ نتائج دیتا ہے لیکن ان میں کامیابی کا تناسب ایک فی صد بھی نہیں ہوتا۔ غصے میں دیے گئے اس سیاسی بیان میں کوئی ''برکت'' نہیں ہوتی جس کے بعد Press and Public کے روبرو معافی مانگنا پڑے۔ جوانی میں انسان اکثر آپے سے باہر ہو جاتا ہے لیکن اگر بڑھاپے میں ایسا ہو تو اپنے علاوہ دوسروں کو بھی اس کا خمیازہ بلکہ خمیازے بھگتنا پڑتے

ہیں۔

خمیازہ بھگتنا:

اس سے مراد نقصان برداشت کرنے کا ''فن'' ہے جس کا ہر کوئی متحمل نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ کئی دفعہ خمیازہ بھگتتے ہوئے قید بھی بھگتنا پڑ جاتی ہے اور ابھی خمیازے کی کچھ قسطیں واجب الادا ہوتی ہیں۔ جیسے ''مردِ مومن مردِ حق کی غلطیوں کا خمیازہ قوم کے علاوہ کئی مستحقین بھی بھگت چکے ہیں اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال چکے ہیں۔

جان جوکھوں میں ڈالنا:

ہمارے ملک کے حالات ایسے ہو چکے ہیں کہ بعض اوقات جان بچانے کے لیے مجبوراً جان جوکھوں میں ڈالنا پڑتی ہے جیسے کسی بلڈنگ میں آگ لگ جائے تو لوگ تیسری منزل سے چھلانگ لگا کر جان بچانے کی کوشش میں جان جوکھوں میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ تو پوری جان ٹھہری اس کی بجائے اگر صرف کان زبان یا ران کو جوکھوں میں ڈالا جائے تو کم نقصان نہیں اُٹھانا پڑتا.... کئی سیاسی کارکن سمجھ بوجھ رکھنے کے باوجود اپنی جان جوکھوں میں ڈال دیتے ہیں مگر پھر بھی اپنے امیدوار کے گن گانے کا بے وقتی راگ الاپتے ہیں...

گن گانا:

گن گانے کا فن صرف فنکاروں کے پاس ہی نہیں ہوتا اس سے زندگی کا ہر شعبہ تال میل رکھتا ہے۔ گن گانے کے لیے اچھی آواز، ریاض، بیاض اور اعتراض کی بھی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ یہ وہ نغمہ ہے جو بغیر سر تال کے گایا جاتا ہے۔ جیسے خبر تھی کہ سلمان خان نے دوبارہ کترینہ کے گن گانے شروع کر دیے۔ سیاسی گن گانے والوں کو بعض اوقات سیاسی غزل بھی گانا پڑ جاتی ہیں۔

پرویز مشرف اس لحاظ سے بدقسمت ثابت ہوئے کہ ان کے گن گانے والے نامی

گرامی اب اپنے ہم نواؤں سمیت کسی اور کے گن گانے کا ریاض کر رہے ہیں لیکن موصوف ابھی بھی امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ رہے۔

نامی گرامی:

یہ لفظ اب پرانا ہو گیا ہے اور اب کسی نامی گرامی کو شاید سونامی گرامی کہا جانے لگے۔سونامی نے جاپانیوں کی جان جوکھوں میں ڈال دی تھی لیکن وہ ایک قوم تھی کہ سنبھل گئی۔ نامی گرامی لوگوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور کئی نامی گرامی بدنامی کو اپنے ماتھے پر سجا کر کافور ہو چکے ہیں۔

کافور ہو جانا:

رفو چکر یا غائب ہونے کے معنی رکھتا ہے کئی لوگوں کے پاس اتنی ''صلاحیت'' ہوتی ہے کو وہ مجمع یا مسجد میں گھس کر ''کافور'' ہو جاتے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ استعمال کرنا منع ہے اگر اس کی جگہ یہ لفظ ہو کہ دہشت ساٹھ ستر زندگیاں لوٹ کر ''دھواں ہو گیا'' تو اس میں کون سی برائی ہے۔اس میں لوٹ بھی ہے اور مار بھی...

کیا آپ نے کسی محنت کش یا درازی کو رفو گری کے علاوہ رفو چکر ہوتے دیکھا ہے؟ رفو چکر ہونا بھی ایک آرٹ ہے مگر زیادہ تر لوگ معاشی کمزوری کی وجہ سے معاشرے سے کافور دکھائی دیتے ہیں۔

کمزوری:

اُردو اتنی طاقت ور زبان ہے کہ لفظ کمزوری سے بھی کئی مضبوط محاورے نکل آتے ہیں۔ویسے ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ضروری نہیں کہ انسان کا ہر جگہ زور چلے جیسے عشق پر، لیکن انسان کو طبیعت کا کمزور ہرگز نہیں ہونا چاہیے ورنہ اس سے نیت، ذہنیت اور قابلیت سب کمزور ہو جاتے ہیں۔ان سب کمزوریوں میں سب سے خطرناک

کمزوری حاکمانہ کمزوری ہوتی ہے۔قوم جتنی بھی طاقتور ہوایک کمزور حکمران کے ہاتھوں کمزور تر ہوتی جاتی ہے۔

مار کھانا:

اس مراد جوتوں اور ہاتھوں کا آزادانہ استعمال نہیں بلکہ کئی دفعہ انسان اختیار، دولت اور مرتبے کے باوجود بھی مار کھا جاتا ہے اور کئی دفعہ شکل عقل اور نقل کے باعث بھی۔ پرویز مشرف کے ساتھ بھی کچھ نیا نہیں ہوا۔ بے چارے اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں مار کھا گئے حالانکہ انہوں نے آئندہ 2020 کا صدارتی حلف اپنے ایک ہاتھ سے اٹھانے کا پلاؤ تیار کر رکھا تھا۔انہوں نے کئی پراجیکٹ کا مشینی ''افتتاح'' کیا اور ریفرنڈم میں 98فی ''ہاں'' حاصل کی تھی۔ ویسے ان کے پاس کوئی گیدڑ سینگھی ضرور تھی جس کی وجہ سے وہ شیروانی میں دکھائی دیے۔ دیکھا گیا ہے لڑائی میں انسان ادھر ادھر بھاگ کر ایک دو مکے بچا ہی لیتا ہے اور اگر بھاگ میں نہ لکھا ہو تو مار کھا ہی جاتا ہے چنانچہ اسے دل سے نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔

دل سے نکالنا:

بھول جانے یا دماغ سے نکالنے کو کہتے ہیں لیکن بیماری کا خیال دل سے نکالنے کا کبھی فائدہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا علاج نہ کروایا جائے۔ آپ حیران ہونگے کہ ہومیو پیتھک میں ایسی ادویات بھی ہیں جو کسی بیماری کا خیال بھی دل سے نکال سکتی ہیں بلکہ ایک ہومیو ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ اس کے پاس خاندانی دشمنی کو دل سے نکالنے کی دواء بھی موجود ہے اور رات کو ڈراؤنے خواب سے نجات کی بھی۔ اسی ڈاکٹر نے وقار مجروح کو بائی پاس آپریشن یا ''سٹنٹ'' ڈلوانے کا خیال ''دل سے نکالنے'' کا عندیہ بھی دے دیا ہے کیونکہ ہارٹ سرجن کے سامنے سینہ زوری نہیں چلتی ورنہ گڑبڑ کا خدشہ ہوتا ہے۔

گڑبڑ:

شک وشبے اور خرابی کو کہتے ہیں جو محسوس کی جا سکتی ہے کئی لوگ ایسے ذہن کے مالک

ہیں کہ انہیں ہر وقت کوئی نہ کوئی شبہ لگا رہتا ہے یعنی ان کا شعبہ ہی کسی نہ کسی شے میں گرفتار رہنا ہے ۔گڑ بڑ کوئی ایسی شئے نہیں جو نظر بھی آئے لیکن وقار مجروح کو ہر جگہ کوئی نہ کوئی نظر آ ہی جاتی ہے اور اسے سونگھے بغیر یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس گڑ بڑ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ ہر کامیابی کے پیچھے عورت کا اور ہر ناکامی کے پیچھے قانون کا ہاتھ ہوتا ہے اگر اسے ہاتھ میں لے لیا جائے تو!!!!

جی ہاں یہ ہاتھ کسی کی گردن دبوچ لے تو پھر قانون کامیاب دکھائی دیتا ہے۔ قانون کو اگر کسی جگہ گڑ بڑ نظر آئے تو دھاوا بول کر گڑ بڑ، بڑ بڑ اور کھڑ کھڑ کرنے والوں کو موقع پر جکڑ لیا جاتا ہے جس کے بعد قانون دانوں کے تلوے چاٹنا پڑتے ہیں۔

تلوے چاٹنا:

یہ بھلے چاپلوسی کے معنوں میں ہی آتا ہے لیکن چاپلوس کا ویسے بھی سر پیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنا ٹارگٹ حاصل کرنے کے لئے کسی اعضاء میں تمیز بھی نہیں کرتا۔ ویسے یہ ایک بڑا اخلاقی جرم ہے اس لئے قانون نے اس کو بالکل دفع کیا ہوا ہے اور اس بارے میں اپنی کوئی ''دفعہ'' بھی مرتب نہیں کی ہے۔ چاپلوسوں کے بقول چاپلوسی کا نقصان اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک ''معصوم'' اسے ہضم نہ کر لے ویسے چاپلوسی ہوتی زود ہضم ہے اور پھر نتیجہ علامہ اقبال کی نظم مکڑا اور مکھی کی صورت میں نکلتا ہے لیکن اگر کسی کے مقدر ہی اس کے ساتھ چاپلوسی کر جائیں تو یہ سب سے بڑی بدقسمتی ہوتی ہے اور بعد میں وہ اپنی رونی صورت لئے پھرتا ہے۔

رونی صورت:

ہر چالاک بیوی اپنے خاوند کو اسی صورت میں دیکھنا پسند کرتی ہے اس کے منہ پر مسکراہٹ اسی صورت آ سکتی ہے کہ جب خاوند رونی صورت لے کر اس کے پاس آئے۔ کئی دفعہ بیوی کے منہ پر مسکراہٹ کے آثار ہی سے اس کی اپنی صورت رونی صورت میں بدل جاتی ہے اگر اس کا عملی صورت میں مظاہرہ دیکھنا ہو تو یہ اس وقت مناسب ہوتا ہے جب خاوند اپنی بیوی کو ضرورت سے زیادہ شاپنگ کروا رہا ہو اور شاپر بیگ کے بوجھ تلے دبا بھی ہو۔ ان جوڑوں میں کچھ ایسے پیس

بھی آ جاتے ہیں جو پیدا ہوتے ہی روتے ہیں اور اسے ہمیشہ چہرے پر سجائے رکھتے ہیں بلکہ یہ سمجھ لیں کہ انہیں اپنی رونی صورت سے بھی دل لگی ہو جاتی ہے۔ مجھے اپنے ان مسلمان ملکوں پر بہت افسوس ہوتا ہے جنہوں نے وسائل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو پاؤں پر کھڑا نہیں کیا اور آج ان ملکوں کی رونی صورت سب کے سامنے عیاں ہے۔

ایک وہ ہیں کہ جنہیں تصویر بنانا آتی ہے ایک ہم ہیں کہ لیا صورت کو اپنی بگاڑ

دل لگی:

وقار مجروح کی یہ بات دل کو لگی تھی کہ کئی تیسرے درجے کے جعلی مریضوں کا ہسپتال میں بھی دل لگ جاتا ہے حالانکہ وہاں پر دل لگی کے لئے دل بھی بڑا چاہئے ورنہ ہسپتال کے خرچوں سے دل ڈوبنے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے بالآخر اسے کسی جدید مشین کے ذریعے تسلی دینا پڑتی ہے اور وہ صرف دل کے ہسپتال میں ہی دستیاب ہوتی ہے۔ دل لگی کو اکثر اچھا سمجھا نہیں جاتا اور وہ بھی دل وارڈ کے ساتھ...ادھر شریانوں میں خون کی رکاوٹ....ادھر ہاتھ سے دولت کا بہاؤ تیز ہونے کی خبریں شروع ہو جاتی ہیں...

رکاوٹ بننا:

آپ نے بارہ سنگھے کا واقع سنا ہوگا جس میں وہ پانی میں اپنی خوبصورت سینگ دیکھتا ہے لیکن ساتھ ہی اپنی بدصورت ٹانگوں پر تحفظات کا اظہار بھی کر دیتا ہے لیکن پھر وہی خوبصورت سینگ جنگل میں اس کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ کئی محکموں میں ملازمین کی سینئر ٹی بھی آڑھے آ جاتی ہے اور پھر انہیں مجبوراً میدان چھوڑنا پڑتا ہے اور کئی دفعہ کام میں مہارت رکاوٹ بن کر چھٹی سے روک دیتی ہے۔ خوش شکل کام والی کے ساتھ بھی کچھ ایسی بدقسمتی ہاتھ پاؤں بندھے کھڑی رہتی ہے۔ بہرحال اپنے حسن یا خوبی پر زیادہ فخر باعث زوال و پریشانی بن جاتا ہے اور دوسروں کو آپ میں نظر آنے والے منفی معاملات آپ کی خوش قسمتی کے باعث بھی بن جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں نصیب ....

☆.....☆.....☆

سوال آپ کے جواب ہمارے

(ایک اخبار میں عام مسائل کے حل کا صفحہ یوں ترتیب دیا گیا تھا) آپ مجھ سے ہر سوال اور شئے کے متعلق پوچھ سکتے ہیں لیکن ذاتی سوالات کا پوچھنا غیر اخلاقی شمار کیا جاتا ہے مثلاً بقول شاعر" کیسے گزر رہی ہے جوانی نہ پوچھئے" یا اگر آپ یہ پوچھنے کی کوشش کریں کہ **خدا گنجے کو** ناخن کیوں نہیں دیتا؟ وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا اس قسم کے سوالات کے پیر تو ہوتے ہیں لیکن سر، سرے سے غائب ہوتا ہے اسی طرح کا ایک انگریزی مقولہ ہے کہ .No head no feet لہٰذا میری کوشش ہوگی کہ آپ کی طرف سے کئے گئے سوالوں کا مختصر ترین جواب دوں کیوں کہ میں فطرتاً "come۔گو" واقع ہوا ہوں لہٰذا تکلف برطرف اور آپ پوچھتے جائیں اپنے سوالات۔۔۔

Q اسلحے کی نوک پر اگر کوئی گندم چھین لے تو اس گندم کو کیا کہیں گے ؟

"Gunدَم"

Q معذور افراد کس مشہور" میلے" میں راحت محسوس کرتے ہیں؟

بیساکھی

Q ہمیں کن عیوب سے منع کیا گیا ہے؟

"عیاshe" اور " فحاshe" سے

Q اردو کا وہ نازک اندام لفظ بتائیں جس میں دو دفعہ She آتا ہے؟

شیشی

Q وہ کون سا نادان ہے جو کچا دودھ پیتا ہے؟

ظاہر ہے بچہ

Q لفظ پ نے ث کو کیا پیغام بھیجا؟

اگر ہم باہم مل جائیں تو پ ث ہی پیسے

Q ہاتھی کے پاؤں میں کس کا پاؤں نہیں آتا؟

ظاہر ہے جھوٹ کا

Q گھوڑے اور زبان کو کیا مشترکہ چیز ڈالتے ہیں؟

لگام

Q کیا ایک ایسا بھارتی کنبہ بھی ہے جو کبھی پاکستان نہیں آیا؟

جی ہاں! بھان متی کا

Q ہمارے ہاں آئندہ آنے والی "کاروں" کے کم از کم دو نام بتائیں؟

ڈکار ، سرکار اور ریاکار

Q اگر کسی بادشاہ کے ہاتھوں کسی کی شامت آجائے تو اسے کیا کہیں گے؟

"شاہ-مت"

Q پھول کے ساتھ کانٹے کیوں ہوتے ہیں؟

وہ حسد کی وجہ سے سوکھ کر کانٹے ہو جاتے ہیں

Q اگر دلیر کو بزدل یعنی (بکری کے دل والا) کہتے ہیں اور اگر بکری دلیر ہو جائے تو اسے کیا کہیں گے؟

بزدلیر

Q خوب صورتی کے سامنے کیا آتا ہے؟

"آئی نہ"

Q کیا کسی شاعر نے جن کے پاؤں میں چھالے ڈالنے کا قصد بھی کیا؟

جی ہاں "جن" کے ہونٹوں پہ ہنسی پاؤں میں چھالے ہونگے

Q وہ کون کونسی مار ہے جوعوام کو بے ''shoeمار'' پڑ رہی ہے؟

مہنگائی کی بھرمار اور لوٹ مار

Q اردو میں کوئی ایسا لفظ لکھیں جس میں ایک ٹرآ تا ہو؟

ا-ٹر (ایکٹر)

Q جس میں دوآ تا ہو؟

2-لتی

Q جس میں تین آ تا ہو؟

خوا-3 ، آس-3

Q جس میں دواور چارآتے ہوں؟

2-چار

Q کوئی ایسانام بتائیں جس میں چار دفعہ''با'' آتا ہو؟

باباباغ دین فیصل آبادی

Q آج کی اہم خبرکون سے تین جانوروں کے متعلق ہے؟

گینڈے کی گیدڑ بھبکی نے گیدڑ کے خاندان کا شیر-رازہ بکھیر دیا

Q کوئی ایسا شعر بیان کیجئے جو کہ شاعر نے ایک ٹھیکیدار کی نااہلی کی وجہ سے لکھا؟

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے مرے صحن میں رستے بنالئے

Q قانون کا دروازہ کھٹکانے کا کیا طریقہ ہے ذرا تفصیل سے بتائیں؟

آپ اپنے ہاتھوں سے وکٹری کا نشان بنا کر ایسی کوشش میں کامیاب ہو سکتے ہیں...

Q سانپ کا کاٹا کس رسی سے ڈرتا ہے ؟

دادرسی سے

Q کس راہ گزر پر چوری کا امکان کم ہونا چاہئے؟

چور۔راہا پر

Q ہٹا کٹا ہکا بکا کب ہوتا ہے؟

جب وہ ساٹھا باٹھا ہو جاتا ہے

Q چھوٹی عید سے پہلے چاندرات ہوتی ہے، یہ بتائیں بڑی عید کی رات کیا کہلاتی ہے؟

چانپ رات

Q جوتا اور سموسہ کس حالت میں پریشانی میں 'مبتلا' کر دیتا ہے؟

جب تلا نہ ہو

Q محبت میں کیا کیا منع ہے؟

م۔ملال، ح۔حرص، ب۔بخل، ت۔تفاوت

Q نوکر کے لئے کیا کیا احتیاجات ہیں؟

ن۔نظم وضبط ، و۔وابستگی ، ک۔کڑا کام کاج، ر۔رازداری

Q نفرت کے کیا اسباب ہیں؟

ن۔نفاق، ف۔فساد، ر۔رخنہ، ت۔تضاد

Q کوئی ایسا لفظ بتائیں جس میں نہ صرف آنے، جانے بلکہ کھڑے رہنے کا کا حکم بھی ہو؟

رُک جاؤ

Q اگر آپ کا کوئی روم میٹ سامان سمیٹ کر کے بھاگ جائے تو عمل کو کیا کہیں گے؟

ملیامیٹ

☆.....☆.....☆

حساب کا تیا پانچہ

ایک بچہ کہہ رہا تھا اور ریاضی تم اب تو بڑے ہو جاؤ اب اپنے ''مسئلے'' خود حل کیا کرو... بچے کی بات سے لگتا ہے کہ اب حساب کا اپنا امتحان شروع ہونے کے قریب ہے یا پھر "Math" Destruction کا عمل۔ اگر کسی کی فہم وفراست کا امتحان لینا مقصود ہو تو اس سے حساب کے متعلق سوال پوچھ کر اس کی شخصیت اور قابلیت کو نفی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ بھی وقت تھا جب ہمارے ریاضی کے استاد سے کوئی حساب کے بارے آٹھوں آٹھ نہیں کر سکتا۔ بابِ علم سے بھی اکثر ایسے ہی سوال پوچھے گئے۔ ایک دفعہ کسی نے معلوم کیا کہ کوئی ایسی رقم بتائیں جو ایک سے لیکر نو تک سب پر یکساں تقسیم ہوتی ہو اور باقی کچھ نہ بچے۔ آپ نے فوراً فرمایا 2520

الجبرا ریاضی یا حساب کتاب نے ہماری زندگیوں کو نہایت سہل بنا دیا ہے اور ہماری مشکلات کو کم کر کے دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ دنیا میں جتنی ایجادات ہوئی ہیں ان کا سہرا حساب اور میتھ کے سر سجتا نظر آتا ہے اس کے لئے ایک plane سی مثال یہ ہے کہ حج پر جانے کے لیے ڈھائی ماہ کا عرصہ درکار ہوتا تھا اور اتنا ہی عرصہ واپسی کے لیے درکار ہوتا تھا باقی کچھ دن وہاں پر عبادات کے سلسلے میں لگ جاتے تھے اور واپسی چھ سات ماہ سے قبل ہونا مشکل تھا۔ ہم صرف پچاس سال پیچھے کی بات کر رہے ہیں اور اگر آپ تین چار سو سال قبل کی بات کریں تو ہمیں اسی حج پر جانے اور واپس آنے کے لیے اگلا حج بھی راستے میں آن پڑتا تھا۔ آج کل تو ایک ہفتے میں حاجی بن کر اگلے حج کی تیاری کا سامان بھی کر لیا جاتا ہے۔

علم اعداد و حساب کی ترقی نے ہمیں فزکس میں بھی ماہر کر دیا اور اس سے ہر چیز میں تیز رفتاری آ گئی۔ جیٹ انجن متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر ایجاد ہو گیا اور پھر اس پر انٹرنیٹ اور موبائل فون نے دنیا سمیٹ کر ملاقات کا اہتمام سیکنڈوں میں کر دیا اور آج ہم ان سائنسی ایجادات کے عادی ہو کر نہایت سہل ہو چکے ہیں اور اس میں سارا تصور الجبرے ریاضی جمع تفریق اور ضرب تقسیم کا ہے۔ جس طرح حساب انسانی زندگی کو سہل کر کے انسان کو سست اور بیمار کر رہا ہے اسی طرح حساب نے ہماری اُردو میں شامل ہو کر اسے بھی بے حساب محاورے اور اصطلاحات دیے ہیں جو کامیابی کی ''علامت'' ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ **علامت:** حساب واحد مضمون ہے جس میں اگر علامت غلط ہو جائے تو پورا سوال غلط ہو جاتا ہے جن کو حساب پسند نہیں ان کے نزدیک علامت تمام برائیوں کی جڑ ہے اور جن کو پسند ہوتا ہے انہیں حساب کا نام سنتے ہی ان کے چہروں پر خوشی کی علامت آ جاتی ہے۔

☆ **تناسب:** پاکستان میں شاعر آبادی کے تناسب سے کم ہیں حالانکہ گلیاں عاشق مزاجوں سے اٹی پڑی ہیں...

☆ نسبت: سیاست دانوں کو اداکاراؤں سے کوئی نسبت نہیں ہوتی حالانکہ معاشرے میں ان کی تعداد تقریباً مساوی ہوتی ہے۔

☆ **مساوی:** ہمارے ہاں عورتوں کی آزادی مردوں کے مساوی ہونا ضروری ہے تا کہ وہ بھی رات گئے چور یا ڈاکو بہادری سے پکڑ سکیں...

☆ **فیصد:** غربت ایک فیصد کم ہونے سے شش و پنج میں مبتلا مت ہوں بلکہ اس بارے میں شش اعشاریہ پنج ہونا ضروری ہے کیونکہ غربت کی دیمک اگر کسی جگہ لگ جائے تو اس کے لیے بیسیوں داؤ پیچ آزمانا پڑتے ہیں...

☆ **طاقت:** اپنی طاقت کو بھی حساب ہی سے استعمال کرنا چاہیے نہ کہ فزکس سے ورنہ آپ کو

بائیولوجی میں کمزور کیا جاسکتا ہے۔

☆ **حاصل**: لا حاصل متفرقات سے کچھ حاصل نہیں ہوتا لہٰذا جو حاصل ہے اسی سے ہی فوائد حاصل کرنا چاہیے۔

☆ **زاویہ نظر**: انسان کا زاویہء نظر اور معاملات سیدھے سادھے ہوں تو وہ سکون میں رہتا ہے یعنی ''نہ نو نقد نہ تیرہ ادھار''

☆ **اکائی**: 342 اکائیاں مل کر ایک قومی اسمبلی بن پاتی ہے اگر کوئی پارٹی اپنی اکائی سے ہٹ جائے تو پارٹی پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

☆ عشاریہ: حساب کے مضمون میں اُردو کی آمیزش عشرِ عشیر بھی نظر نہیں آتی لیکن پھر بھی ان کا آپس میں ''کو۔ریلیشن'' ضرور ہے یوں کسی بھی رقم کو حساب اعشاریہ اردو سے ضرب نہیں دی جاسکتی...

☆ **رَف عمل**: جس طرح حسابی سوال کے حل کے لئے ''رف عمل'' کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح زندگی کے معاملات کے لئے بھی رف عمل کرلیا جا۔ ئے تو بہت آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں...

☆ **بقایا**: وقار مجروح کی بیوی کے کلیوں سے خاندان کا کوئی فرد نہیں بچا۔ باقی صرف وہی بچا ہے جو کبھی کبھی یہ بھی کہتا ہے کہ وہ خود بھی نہیں بچا صرف ایک آدھ لاڈلا بچہ ہی بچا ہے...

☆ **کلیہ**: ریلوے اسٹیشن پر قلیوں کے پاس ہی ٹرین میں جگہ حاصل کرنے کے لیے کلیے ہوتے ہیں اس طرح کچھ حساب وہ بھی لگا لیتے ہیں کہ کون سا سادہ کلیہ کہاں لگانا ہے...

اب ہم اُردو کے ان حسابی الفاظ سے دو دو ہاتھ بھی کرتے ہیں جو ہمیں سکولوں میں کبھی نہیں پڑھائے جاتے:

☆ **نواسی**: بھلے نواسی 60 کی کیوں نہ ہو وہ اپنی نواسی سالہ نانی کی جان ہوتی ہے بھلے یہ سوال کسی سے بھی حل کرا کر دیکھ لیں.....

☆ **شعری میزانیہ**: شعر کا وزن برابر کرنے کے لیے نئے شاعر کو دو چار ہاتھ کرنا پڑتے ہیں مگر پھر بھی دو چار ہاتھ لب بام رہ جاتے ہیں کچھ شاعر یہ بھی کہتے پائے گئے ہیں کہ شعر کا وزن برابر ہونا چاہئے مگر مساوی نہیں.... یہ بات وقار مجروح کے پلے بھی نہیں پڑتی...

☆ **نظم**: نظم وضبط ادبی لوگوں کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ دوسروں کو آزاد نظم سنانے سے قبل ان کے ہاتھ نظم وضبط کا سوال نامہ تھمانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

☆ **الفاظ**: کئی لوگ میتھ یا حساب کے خلاف بے میزانیہ برے الفاظ استعمال کرتے ہیں اصل میں حساب کا مضمون جسے سمجھ نہ آئے تو اس شخص کی آدھی پیشہ ورانہ خواہشات پوری ہونے سے رہ جاتی ہیں یعنی اس کی زندگی کا ٹریک مڈل ہی سے ڈی ٹریک ہو جاتا ہے یعنی بارہ میں سے تین گئے تو رہے کیا خاک ....

☆ **ستر**: 70 سطر اور ستر بالکل مختلف الفاظ ہیں لیکن ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے اگر انسان ستر سال کا ہونے کے باوجود اپنی شرم وحیا کا دامن تار تار ہونے سے نہ بچا سکے تو اس بارے میں ''بہترے'' کہتے ہیں کہ ''ستر گز کی پگڑی اور سر ننگا''

☆ **سطر**: یہ بھی خبر ہے کہ ہمارے ایک ستر سالہ لکھاری نے حالات سے مجبور ہو کر ''سطر پوشی'' شروع کر دی ہے۔

☆ **حدود**: ایک وقت تھا اسلام آباد کی ''حدود'' سے کبھی بہت آرڈیننس نکلا کرتے تھے اب موف خود نکلے ہوئے ہیں...

☆ **پانچوں انگلیاں**: چوری، جوا، زنا، شراب اور جھوٹ ایک جیسے نہیں ہوتے پانچوں انگلیوں کی طرح لیکن گناہ کبیرہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان سے ہاتھ کھینچنے کے لئے خود

ہی دو دو ہاتھ کرنا پڑتے ہیں۔

☆ **چارہ:** چار اور چارہ دو مختلف الفاظ ہیں مگر کئی لوگ اس کو مذکر مونث سمجھتے ہیں۔انہیں میں سے ایک نے بکرے کے چار مغز چاٹ کر اسے چاروں شانے چت کر دیا تھا بلکہ بعد میں انگلیاں بھی چاٹ لیں بکرے کی تو ہوتی ہی نہیں...

☆ **فرض کرنا:** حساب میں فرض کرنا ہر شاگرد کے لیے ضروری ہوتا ہے یعنی ایسی رقم بھی فرض کر لی جاتی جو ایک غریب کے ذمے قرض بھی نہیں ہوسکتی بلکہ کچھ عرصہ قبل لوگ شادی کے لیے گھر ہی میں پیسے رکھا کرتے تھے اب صرف ''خیال'' رکھتے ہیں کہ کوئی یہ پیسہ اُچک ہی نہ لے۔

☆ **بتیس:** 32 دھاریں بخشوانا سب سے آسان کام ہے۔ ماں اپنی اولاد کی ہر غلطی کے بھی پورے نمبر دے کر اسے پاس کر دیتی ہے ورنہ ماسٹر جی تو غلطی ہونے کے بعد بتیس دانت نکال کر بھی خوش نہیں ہوتے...

☆ **اعداد:** علم الاعداد کے حساب سے اسے حساب کی اب ج بھی نہیں آتی

☆ **خاطر جمع رکھنا:** یہ الفاظ ایسے ہیں جیسے کوئی نیک آدمی کسی جواری کو رقم ہارنے کے بعد دلاسہ دیتے ہوئے خاطر جمع رکھنے کا مشورہ دے یوں خاطر جمع ہونے کی بجائے ''منفی'' ہونے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔

☆ **تیاپانچا:** کسی عزت دار کا تیاپانچا آپ عام مساوی طاقت سے بھی کر سکتے ہیں یا کم از کم اس کا تین تیرہ آٹھ اٹھارہ کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا بس اس کے لئے عقل سے فاصلہ ذرا بے حساب ہونا درکار ہوتا ہے یا پھر تجاہل و تغافل و تامل کا تخیل رکھنے والوں کے لئے اس معاملے میں آسانی ہوتی ہے۔

جواب: سوال کے آخر میں جواب ہوتا ہے کئی طالب علم اتنے مودب ہوتے ہیں کہ کبھی کسی بات کا جواب تک نہیں دیتے مگر دوسری جانب اگر استاد کو کسی سوال کا خود answer نکالنا پڑ جائے تو وہ

ساتھ آنکھیں بھی نکالتا ہے کیونکہ جوابی وار بھی ضروری ہوتا ہے ...

☆ **مکمل حساب:** حساب مکمل کرنے سے پہلے ایک بات اہم ہونا ضروری ہے کہ اس میں اتنی شفافیت ہو کہ کسی کے پیچھے کچھ نہ بچے اور معاملات ایک دم برابر ہوں یعنی حکومت کے ایسے انتظامات ہونا چاہئے کہ ڈاکٹر دوائی دے اور مریض دہائی نہ دے...

اسی موضوع پر ایک پرانی بات مشہور ہے کہ ایک بچے نے اپنے استاد سے دریافت کیا استاد جی ہمارے اُردو کے ٹیچر اُردو میں بات کرتے ہیں اور انگریزی کے انگریزی میں....آپ حساب کے ٹیچر ہو کر بے حسابی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ ٹیچر نے چار سو دیکھا اور غصے سے کہا: میرے ساتھ تین پانچ مت کرو فوراً نو دو گیارہ ہو جاؤ ورنہ چار کے کاندھے پر چڑھا دوں گا...

☆.....☆.....☆

ایرے غیرے

یہ ضروری نہیں کہ صرف ''ایرے غیرے'' ہی غریب یا کچی بستی کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایرا غیرا تو ہر اس اجاڑ میں بھی اپنی کارستانیاں جاری رکھتا ہے جہاں کہیں کچھ اور نظر نہیں آتا اس لئے اُسے ''شیطان'' کہیں کا کہتے ہیں۔ ایرے غیرے ہر دور، معاشرے، جگہ اور جنگل میں مل جاتے ہیں بشرطِ آپ کے پاس ان کی عکاسی کرنے والا وجدانی کیمرا موجود ہو مگر ان کو تلاش کرنے کے لئے عارضی طور پر نتھو خیرا بھی بننا پڑتا ہے۔ ایروں غیروں کو جانچنے کا ذریعۂ نظر و بصر ہر شخص کا علیحدہ علیحدہ بھی ہو سکتا ہے یا کبھی یہ دوسروں کو ایرا غیرا سمجھتے ہوئے خود ان سے بھی بڑا ثابت ہو سکتا ہے لہٰذا ان میں سادہ لوح اور استفادہ لوح دونوں قسم کے شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ نہ صرف انسانوں بلکہ حیوانات، جمادات اور نباتات تینوں میں بلکہ اول، دوم اور سوم درجات میں بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔ ایک بات اہم ہے کہ ان میں سے ظاہر ہونے والے ایرے غیرے صرف اپنی حرکتوں ہی سے منظرِ عام پر آتے ہیں لیکن ایری غیری سوچ رکھنے والے انہیں بھی نظر انداز کر دیتے ہیں لہٰذا اگر حرکات میں ایرے غیرے عناصر شامل نہیں تو فکر کی بھی کوئی بات نہیں۔ میرے خیال میں صرف کسمپرسی ہی ایرا غیرا نہیں بناتی مگر وہ دولت مند جو خود کو غریب سمجھ کر ارتکازِ دولت کا مسلسل جرم کرتا ہے اور اپنی دولت کو اس کے اصل فضائل سے محروم رکھ کر بلکہ اسے ایرا غیرا سمجھ کر بنک میں ہی پڑا رہنے دیتا ہے وہ ایروں غیروں کا ''ٹرمپ'' کہلا سکتا ہے۔

ایروں غیروں کی فہرست کا دائرہ کار Span بہت بڑا اور وسیع ہے۔ شاید میرا گمان غلط ہو یہ عناصر اُستادوں، شاعروں، ڈاکٹروں، حکیموں، پولیس یا عدالتی اُمور سمیت ہر جگہ ہو سکتے ہیں۔ خاکم بدھن ان کے وجود کی ''مہک'' مذہبی عناصر سے بھی آنے لگی ہے اور ان میں بہت سے

ایروں غیروں کی ''مُلاوٹ'' بھی ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں اس بحث کو یہی پر روکنا مناسب رہے گا ورنہ ان میں سے کوئی مجھے بھی ''ایرا غیرا'' قرار دینے میں دیر نہیں لگائے گا۔ کئی دفعہ تو اعلیٰ درجے کے شہری اعلیٰ درجے کے ایرے غیرے محسوس ہوا کرتے ہیں حیوانات میں آپ پرندوں کی مثال لے لیں۔ کوا بڑا شریف come+GO جانور ہے لیکن اتنا کم گو بھی نہیں ہے۔ جس منڈیر پر بیٹھ کر اسے ذرا ''کم گوئی'' کرنا پڑے یہ وہاں سے جلد ہی رفو چکر ہو جاتا ہے۔ کوے، کتے اور کم بخت کی یہی عادت ہوتی ہے کہ یہ ہر جگہ اپنے ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی کوا چھوٹی سی غلطی کرے اور ہنس کی چال چل بیٹھے تو یہ کوؤں کا ایرا غیرا کہلائے گا۔ اگر کہیں پانچ چھ کتے بیٹھے ہوں اور ان میں سے ایک نکل کر آپ کو پڑ جائے تو یہ کتوں کا ایرا غیرا ہوا ناں...... کبوتر، طوطا چشمی کرتے ہوئے اپنے مالک کا گھر چھوڑ دے تو یہ کبوتروں کا ایرا غیرا کہلانے کا موجب ہوگا۔ بینگن سبزیوں کا بے تاج بادشاہ محسوس ہونے کے باوجود محتاج سا نظر آتا ہے اس کی وجہ یہی لگتی ہے کہ کہیں سے ''تاج'' لے کر خود ہی سر پر دھر لیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنا حلیہ بدل کر بہروپ اختیار کر رکھا ہے رنگ اس کا جامنی ہے اور کہلاتی سبزی ہے پھر بھی کوئی بات نہیں ہے۔ بہرحال یہ اُس وقت تک ایرا غیرا نہیں کہلائے گا جب تک کسی تھالی کا بینگن نہ بن جائے اور کڑوے مزاج کا کریلا اس وقت تک ایرا غیرا نہیں کہلائے گا جب تک یہ نیم پر نہ چڑھ بیٹھے۔ انگور ایک اچھا پھل ہے لیکن۔

اس کی بیٹی نے اُٹھا رکھی ہے دُنیا سر پر

یہ تو اچھا ہے انگور کے بیٹا نہ ہوا

اب ذرا گدھے کو ہی سیدھا کر لیں لیکن یہ اتنا سیدھا سادھا جانور ہے کہ اپنی دولتی سے اگلے کو بھی ''سیدھا'' کر دیتا ہے جب یہ کسی کو دولتی مار کر الو بنانے کی کوشش کرے تو کون ہے جو اس کو ایرا غیر نہ سمجھے۔ اگر کوئی تیتر اپنی راہنمائی کے لیے ایسا بٹیر رکھ لے جس نے تیتر کی کھال اوڑھ رکھی ہو تو اُسے صرف اس لیے ایرا غیرا کہیں گے کہ اس تیتر کو آدھا بٹیر نظر آنے کی کیا

ضرورت تھی......

ایروں غیروں کی نشان دہی مشکل مرحلہ ہوتا ہے کیونکہ جوان کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی کوشش کرے اسے اپنی گھنٹی کے بجنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے کیونکہ جس پر ایسا الزام لگ جائے وہ ''کمزور'' کی بجائے طاقت ور کی طرح حملہ کرسکتا ہے۔ جنوں کے بادشاہ نے جب اپنا لباس بدل کر ابلیس بننے کی کوشش کی تو وہ ''ایرا غیرا'' قرار دے کر ہی جنت سے نکالا گیا۔

کچھ، تحریریں، تقریریں، تصویریں، مصرعے، مضامین، ڈرامے، افسانے افکار اور فنکار وغیرہ کا شمار بھی انھیں ایروں غیروں میں سے ہوسکتا ہے سن 2002ء میں چھپنے والی میری کتاب ''ایرے غیرے'' بھی انھیں میں شمار کی جا سکتی ہے کیونکہ اس کے اکثر ''مزاح Mean'' ایروں غیروں کا ہی احاطہ کرتے ہیں۔

ایروں غیروں کی تلاش کے لیے ایک چھوٹی سی مشق درکار ہوتی ہے مگر کوئی ''مشک'' وغیرہ نہیں ...لہٰذا تھوڑی سی مشق سے آپ بھی ایروں غیروں کی چھان بین کر کے انھیں اپنی فکر کی مشک میں بھر سکتے ہیں تاکہ سب کا بھلا ہو جائے اور ذرا ''نفیس'' قسم کے ایروں غیروں کو تلاش کر کے آپ انہیں ماہر قسم کا ایرا غیرا رجسٹرڈ کرا سکتے ہیں۔

میں آپ کی خدمت میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں آپ ذرا جانچئے کہ اس میں سے کون ایرا غیرا ہے۔ ایک مسافر کا دوران سفر ایک مسجد میں قیام ہوا۔ وہاں موجود ایک شخص نے ثواب کی خاطر اسے اپنی خدمات پیش کرنے کا مشورہ دیا اور مسافر نے اپنی بھوک کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بندہ گھر گیا اور دیکھا کہ صرف روٹیاں پڑی ہیں لاچار ہی لے کر مسافر کے پاس گیا۔ مسافر نے کہا کہ میں صرف روٹیوں کا کیا کروں۔ بندہ گھر واپس پلٹا اور بیوی سے سالن بنانے کو کہا بیوی نے جلدی سے سالن تیار کیا اور وہ سالن لے کر جلدی سے مسافر کے پاس آیا تو وہ پہلے ہی روٹیاں نبیڑ چکا تھا اس نے سالن اس کے آگے رکھا اور دوبارہ گھر

واپس لوٹا اور بیوی سے کہا کہ اس پر شاید بھوک کا غلبہ تھا اس نے روٹیاں میرے جانے سے قبل ہی کھالی تھیں لہٰذا تم اب جلدی سے روٹیاں پکا دو۔ وہ بندہ جب روٹیاں لے کر مسافر کے پاس آیا تو دیکھا وہ سالن ہضم کر چکا ہے۔

وہ میزبان دوبارہ سالن کا انتظام کرنے کے لیے جب واپس ہو رہا تھا تو مسافر دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ عجیب ''ایرا غیرا'' ہے اگر وہ سالن لا رہا تھا تو ساتھ کچھ روٹیاں ہی رکھ لینے سے اسے کیا موت پڑتی تھی۔ چنانچہ وہ بندہ واپس پہنچ کر بیوی سے کہنے لگا تھوڑا سالن بچ گیا ہے وہ بھی دے دو۔ سالن دیتے ہوئے اس کی بیوی یہ کہہ رہی تھی کہ عجیب ایرا غیرا مسافر ہے.... بہر حال اس نے دوبارہ سالن لیا اور مسافر کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اس نے غصے سے کہا تو پھر اکیلا سالن لے کر آ گیا ہے کیا دنیا کے سارے ایروں غیروں کو عقل سکھانے کی ذمہ داریاں مجھ پر ہیں لہٰذا آئندہ تم اب اس مسجد میں نظر نہ آنا......

ایروں غیروں کی ایک نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں کا خیال جوتوں سے کم رکھتے ہیں اور سر کا پاؤں سے بھی کم...

یہاں ایک اور بات بھی اہم ہے کہ ایک ایرا غیرا اپنی چاپلوسی کے لیے دوسرے ایرے غیرے کی تلاش میں ہوتا ہے ہمیں ان ایروں غیروں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ ہم جنگ امن پیدا کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ ایسا ادب جو دشمنوں کو معاف کرنے کا درس تو دے لیکن دوست کو مذاق میں بھی معاف نہ کرے تو ایسا ادب بھی ایرا غیرا شمار ہوگا۔ مصیبت میں گھبرانا بڑی مصیبت ہے اور مصیبت زدہ ایرا غیرا بننے میں دیر نہیں کرتا...

ایک شخص اپنے کتے کو مہنگے داموں فروخت کرنا چاہ رہا تھا۔ ایک گاہک نے آ کر اس کتے کو اچھی طرح ٹھونک بجا کر دیکھا اور کہا آپ کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہے۔ مالک نے

کہا وہ اس لیے کہ یہ بہت وفادار ہے۔ میں اسے کئی دفعہ بیچ چکا ہوں لیکن چند لمحوں بعد یہ میرے پاؤں چاٹ رہا ہوتا......

ذرا غور فرمائیں اس واقعے میں کون ''ایرا غیرا'' ہے .....؟

☆.....☆.....☆

مشورے کی "شین"

عام طور پر مشورہ دیا جاتا ہے کہ کسی کا دل نہیں دکھانا چاہئے بھلے وہ دل کا ڈاکٹر ہی کیوں نہ ہوں بلکہ ایک شاعر نے تو یہ بھی کہہ دیا ہے۔

؎ساقی کا دل نہ توڑیں گے ترک شراب سے
حاصل کسی طرح سے ہو غرض ہے ثواب سے

ایک ڈاکٹر کے بقول پہلے آپ اس کا گھونٹ بھرتے ہیں پھر گھونٹ، گھونٹ کا گھونٹ بھرتا ہے اور بالآخر یہ گھونٹ آپ کا گھونٹ بھرتا ہے۔ ایک اور مفکر نے اسی کے جواب میں کہا تھا کہ لوگ پانی سے زیادہ شراب میں ڈوب کر ہلاک ہو جاتے ہیں بلکہ یہاں تک بھی کہا گیا کہ اس کی وجہ سے جتنے لوگ مرتے ہیں اتنے پیدا بھی تو ہو جاتے ہیں۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جب انسان ٹن ہو تو اسے ایک ٹن بھی بوتل سے بھاری محسوس نہیں ہوتا آپ کو یاد ہوگا جب ایک ورلڈ کپ جیت کر اپنی ہوم گراؤنڈ میں ٹنڈلکر نے بوتل سے کئی گھونٹ لئے تھے اور اس دن سے "ٹن ڈلکر" ہر قسم کا ہر بیڑا اٹھائے ہوئے ہے ...

ماضی کی ایک بڑی اور حال کی ماضی یافتہ سیاست دان کے بارے میں ایک جھومتی ہوئی خبر تھی کہ اسلام آباد سے واپس جاتے ہوئے اس صحرا کی بیٹی کو انگور کی بیٹی سمیت دھر لیا گیا ہے اور اس کے بیگ سے دو بوتلیں لے کر سر بمہر کر دی ہیں اور ہاتھ بھی ان کے لگیں ہیں... جو

"لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر"

اور پھر ہوا یوں کہ کئی نازک دلوں کا دل دکھا دیا گیا ویسے اگر ان بوتلوں کی بولی لگا دی جاتی تو بھانت بھانت کی بولی بولنے والے ان کی بولی وہاں تک بڑھا دیتے جس کا اندازہ ہی نہ کیا

جا سکتا تھا۔ بوتلوں کا استعمال اب ویسے بھی اتنا بڑھ گیا ہے کہ یہ بالکل بدنام ہو کر رہ گئیں ہیں بھلے یہ عرق گلاب کی ہوں، گلوکوز کی ہوں یا نکور والی.... آجکل مشینوں کا دور ہے اور ایئر پورٹ پر تلاشی کے دوران بیگ میں پڑی ہر چیز نظر آ جاتی ہے شاید صاحبہ کا ذہن اس وقت سہا سہا اور ''پتھر کے دور'' والا تھا اس لئے شاید انہیں اس کا کچھ زیادہ احساس نہ ہو سکا۔ وہ ان بوتلوں کو اپنے پیٹ کے اندر چھپا کر ''امانت'' کو اپنی اصلی حالت میں منزل مقصود تک پہنچا سکتی تھی مگر یہ بڑی اصولی خاتون ہیں اور اصولوں کو انگوروں پر قربان کرنا اس کے لئے مشکل تھا اور دوسری طرف انگور کی بیٹی، بیگ میں ہو تو انسان کی ''مت'' ویسے بھی مار دیتی ہے اور اگر یہ کثیر تعداد میں پیٹ میں پہنچ جائے تو انسان کا سلامت رہنا مزید مشکل ہو جاتا ہے۔ اس واقعے سے وہ بڑی جذباتی ہوئی تھی **اس سے** پہلے کہ وہ اوڈو سے تارپیڈو بن جاتی اس نے کئی تلخ فیصلے کر لئے اور آئندہ اس حالت میں کسی لاؤنج تو کیا شادی ہال میں بھی جانے پر کراس لگا دیا ہے۔

ہر کام کا ایک مزاج ہوتا ہے بلکہ ٹیکہ لگانے کا سلیقہ اور طریقہ ہوتا ہے جو شاید اس اداکارہ کے ذہن میں نہیں تھا ہماری ایک دوسری اداکارہ نے اسے سراہتے ہوئے کہا تھا کہ بوتلیں پکڑی گئیں تو کیا ہوا انسان خود بھی پکڑا جاتا ہے لہذا مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ آپ نے ابھی بہت سفر کرنا ہے اور آئندہ سفر بیگ کے بغیر ہی کر لیں تو بہتر ہے ہاں اگر کسی نے کوئی تحفہ دیا ہو تو بیگ ساتھ رکھنے میں کوئی قباحت نہیں شوقین حضرات کے نزدیک کوئی شئے ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ لعنت ہے ان کے مشوروں پر! آپ اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ آپ کی دو بوتلیں پکڑی گئی ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بوتل ایک ہوتی ہے بندے بہت پکڑے جاتے ہیں۔ آپ نے نجانے کیوں ایسی زحمت کی۔

حالانکہ آپ جہاں بھی جائیں پرستار آپ پر اس جیسے کئی بیگوں کی برسات کرنے کو تیار ہیں بشرط آپ اپنے حواس قائم رکھیں۔ ایسے شعر کہنے والا بھی کوئی بے چارہ سا شاعر ہوتا ہے جسے ایک ایسا شعری شکوہ کرنا پڑتا ہے۔

ہم تو سمجھے تھے کہ برسات میں برسے گی شراب
آئی برسات تو برسات نے دل توڑ دیا

انشورنس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے ایک غریب کی طرح جینے اور امیر کی طرح مرنے کا درس ملتا ہے اسی طرح مستی و سرور میں انسان ایک جوان کی طرح جیتا ہے اور مریض کی طرح مرتا ہے۔ سردار جی نے اپنے گرو سے کہا اگر وہ اس کی شراب چھڑا دے تو وہ تمام عمر کے لئے اس کے چیلوں کا بھی چیلا بن جائے گا۔ گرو نے کہا یہ کون سا مشکل کام ہے۔ سردار جی: لو جی پھر ابھی کسٹم والوں کو فون کریں نا۔

صبح شام عوام کے زخموں پر مرہم رکھنے والی ہماری انجمن ڈی ڈی ٹی (انجمن دلا سے تسلی تشفی) جس کے روح رواں محترم ''وقار مجروح'' ہیں نے اپنی کوششوں سے دن رات ایک کیا ہے اور اپنی خدمات بغیر کسی غیر کی مدد کے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہماری بڑے دل والی انجمن اس دلاسے کے ساتھ ''دو صفر'' بغیر کسی اعشاریہ کے لگانے پر بھی غور کر رہی ہے تا کہ دونوں بوتلوں کا غم جلدی بھلایا جا سکے۔ ایک وہ بھی دور تھا جب کہا جاتا تھا کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتا حالانکہ وہ دور مشینوں کا بھی نہیں تھا آج کل مشینیں موجود ہیں لیکن بجلی نہیں ہوتی اس لئے سدھائے گئے کتوں سے مشینوں کا کام لیا جاتا ہے۔

محترمہ! آج کل عشق اور مشک کیا'' ش'' والی ہر شئے کا چھپانا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اس کو چھپانے کے لئے آج کے دور کا رائج طریقہ یعنی شاپر بیگ استعمال کر لیتی اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر عازم سفر ہو جاتی لیکن اس میں بھی شین ہے چلو اچھا آئندہ آپ کو سوچ کو کوئی خفیہ مشورہ دیا جائے گا۔ اوہ ہو! اس مشورے میں بھی شین۔۔۔

☆.....☆.....☆

برجستگی

حاضر دماغی یا Witt کو نچلے لیول پر بڑا سراہا جاتا ہے لیکن جیسے جیسے اوپر جائیں ایک حاضر دماغ کو اپنے دشمنوں میں اضافہ ہی اضافہ نظر آتا ہے کیونکہ اس کے جوابی جملوں کو برداشت کرنے والا بالآخر خود کو احمق تصور کرنے لگ جاتا ہے چنانچہ حاضر دماغ کی کمبختی شروع ہو جاتی ہے۔ جب سوال بھی ایسا ہو بتاؤ گائے کس چیز سے نفرت کرتی ہے؟

''گائیکی'' سے گائیکواڑ صاحب...

ایک شخص کا گیس کا بل زیادہ آ گیا وہ دفتر جا کر یوں گویا ہوا... باؤ جی! دیکھنا میرے گھر کی پائپ غلطی سے کہیں دوزخ کو تو نہیں لگ گئی۔

حاضر دماغی اور حاضر جوابی میں شاید فرق معمولی ہو لیکن بڑوں کے آگے Witt بھرا جواب دینا جس میں ''وٹامن'' بھی ذرا ہائی ہوں بذات خود ایک اخلاقی جرم ہے جس کی شاید کوئی قانونی طور پر کوئی سزا تو نہیں ہوتی لیکن کئی قسم کی سزاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ اگر جوابی وار ملاوٹ، بناوٹ اور کھچاوٹ سے بھرپور ہو تو وہ گراوٹ کا شکار ہو کر وہیں سپرد آفرین ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ لکھا تھا اگر آپ خود کو گڑھے میں محسوس کرتے ہیں تو۔۔۔۔فوراً کھدائی بند کر دیں۔

حاضر دماغی کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور یہ ضروری نہیں ہوتا کہ سیاسی برجستگی ایک بچے کو بھی فوراً مطمئن کر سکے اور دوسری جانب چوری کے بعد کئی دفعہ چور کی حاضر دماغی بھی سامنے آیا کرتی ہے اور بڑے بڑے ملزم اپنی حاضر دماغی کی وجہ سے بری کر دیے گئے ہیں۔ ایک خاص موضوع کی حاضر دماغی شاید دوسری جگہ کام نہیں آیا کرتی۔ چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کے پرچے میں پوچھا گیا کہ France کا کیپٹل کیا ہے؟ طالبعلموں کا فوری جواب حاضر تھا ''پیرس'' جس کی وجہ سے

سب فیل ہو گئے اور ممتحن نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا حالانکہ جواب صرف F تھا طالب علم پتا نہیں کیوں پریشان ہو گئے...

یورپ میں عام تصور یہی ہے کہ ڈکشنری میں بھی پہلے Hardwork بعد میں Luck کے الفاظ آتے ہیں اور محنت پر زور دیا جاتا ہے لیکن پاکستانیوں کی قسمت اس لحاظ سے اچھی ہے کہ ہماری اردو ڈکشنری میں قسمت پہلے اور محنت بعد میں دکھائی دیتی ہے۔

باپ نے اپنے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ شرم کرو جارج واشنگٹن تماری عمر میں کمانے لگ گیا تھا بچہ: ابو جی اس بات کا کیا کریں کہ وہ آپ کی عمر میں امریکہ کا صدر بھی بن گیا تھا۔

حاضر جوابی کے لئے بعض اوقات جواب دینا بھی ضروری نہیں ہوتا اور خاموشی کی گونج حاضر جوابی سے زیادہ تند و تیز ثابت ہوتی ہے اور اس سلسلے میں کیا گیا ایک چھوٹا سا اشارہ بڑا تیکھا ہوتا ہے۔

سردار: تم شادی شدہ ہو؟ ہاں ہمارا عورت سے شادی ہوا ہے دوسر سردارا: کیا مرد سے بھی شادی ہوتا ہے۔ ہاں ہماری بلو کا ہوا ہے...

شادی ایک ایسی کوالیفیکیشن ہے جس سے مرد اپنی ''بیچلر'' ڈگری کھو دیتا ہے اور عورت ''ماسٹر'' کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک حاضر دماغ بیوی ساس کے لئے بھی حاضر دماغ ثابت ہو۔

لڑکی کا باپ: میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی ایک غلیظ انسان کے ساتھ زندگی گزارے۔ لڑکا: انکل جی اسی لئے میں اسے بیاہ کر لے جانا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں یہ لڑکے کی طرف سے حاضر دماغی کا ناجائز استعمال ہے۔

مالک اپنی فیکٹری کا دورہ کر رہا تھا اس نے غور کیا کہ ایک مزدور کھڑکی سے باہر کا نظارہ کر رہا ہے۔ مالک نے غصے سے پوچھا تمہاری کتنی تنخواہ ہے۔ اس نے کہا تین ہزار۔ اس نے کہا کہ مجھ سے ابھی تین ماہ کے نو ہزار لو اور یہاں اب کبھی نظر نہ آنا۔ اس نے پیسے پکڑے اور سر جھکا کر

چلتا بنا۔ اتنے میں چوکیدار گویا ہوا اس پیزا والے کو اتنی ٹپ کیوں دے دی سر؟

کمال حاضر دماغی صرف ڈرائیور میں نظر آیا کرتی ہے جب آپ یہ خبر پڑھتے ہیں کہ ٹرین ڈرائیور نے کمال حاضر دماغی کا مظاہر کرتے ہوئے ایمرجنسی بریک لگائی اور گدھے کو بچا لیا۔ وقار مجروح کے مطابق گدھے کو بچانے کی کیا ضرورت تھی حالانکہ رپورٹر نے حاضر دماغی مظاہرہ یہ کیا کہ اس نے ایک بیوقوف کو جو کہ ریلوے لائن کو فٹ پاتھ سمجھ رہا تھا گدھا قرار دے دیا۔

سردار جی کا بیٹا گھر میں دو عدد نئے بستر بچھا رہا تھا سردار نے پوچھا بیٹا! یہ بستر کیوں بچھا رہے ہو: بیٹا: پتا چلا ہے کہ امی جی کا بھائی اور ماموں آ رہے ہیں۔ سردار جی: بیٹا ایک اور بچھا لو میرا سالا بھی آ رہا ہے۔

بڑے کہتے ہیں کہ لفظوں سے زیادہ لہجہ اہم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے کئی دفعہ حاضر دماغ کو بھی لاغر دماغ شمار کیا جا سکتا ہے اور عین اس وقت جب اس کی حاضر دماغی پر اس کا سخت لہجہ غالب آ جائے۔ باکسر محمد علی پر جب اس کے مخالف نے فقرا کسا تو اس نے کہا دھیان کرنا میرے جوابی وار سے دواء بھی بیمار ہو جاتی ہے.... سنا ہے اکثر حاضر دماغ لوگ غریب کے غریب رہ جاتے ہیں لیکن یہودی کس قسم کی حاضر دماغی کی وجہ سے سارے نظام زر پر چھائے ہوئے ہیں؟

☆.....☆.....☆

انتباہ ۔۔۔

لگائے گئے بڑے بڑے نوٹس بورڈ پر شاذ و نادر ہی کسی کی نظر پڑتی ہے لیکن صرف اشارے کو کافی سمجھنے والے فائدے میں رہتے ہیں مگر بعض اوقات بار بار اشارہ کرنے والا خود بھی نقصان اٹھالیتا ہے اور اسے نہ سمجھنے والا بڑبڑاتے ہوئے آگے نکل جاتا ہے چنانچہ ان لمحات سے گھبراتے ہوئے ایک جگہ یوں متنبع کیا گیا تھا....

''یہاں ہر قسم کا نوٹس بورڈ، خبردار، انتباہ، ہدایات اور ہر خاص وعام کو مطلع کرنا منع ہے''

کچھ مزید طبیعت کو ناگوار گزرنے والے نوٹس بورڈز وغیرہ ملاحظہ فرمائیں...

☆ ایک کباڑی نے لکھوار کھا تھا...

یہاں مال مسروقہ کی نیلامی دیانت داری سے ہوتی ہے

☆ آلہ سماعت بنانے والی کمپنی نے لکھوار کھا تھا...

کانوں سے بہرے کا المیہ ہے کہ اسے کچھ نہیں سنتا اور اس سے بڑا المیہ یہ ہے اس کی بھی کوئی نہیں سنتا اس لئے آج ہی ہمارا آلہ خرید فرمائیں

☆ ایک شاہراہ پر یہ لکھا تھا...

بیوقوف کی پھرتیاں دنیا کی سست ترین چیز ہے

☆ ٹیکس کے دفتر کے باہر لکھا تھا..

ہمارا بھی عجیب کھاتا ہے ہمارے محکمے کی نظر میں ہر شہری کی آمدنی مشتبہ ہوتی ہے اور شہری کی نظر میں ہمارا محکمہ

☆ایک اخبار کی سرخی تھی...

لندن جانے والے مسافر کی روح دوران پرواز پرواز کر گئی...

☆E.N.T اسپیشلسٹ نے یہ لکھوا رکھا تھا...

کانوں کی حفاظتی تدابیر بیان کرنا بیکار ہے لوگ اس پر کان ہی نہیں دھرتے...

☆ایک بھوت نے سارے جنوں کے بچے ایک جگہ قید کر لئے اور غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد اس نے یہ نوٹس بورڈ لگایا...

یہ جن جن کے بچے ہیں وہ جن اپنے جنوں کی جنس بتا کر انہیں واپس لے سکتے ہیں

☆دوسری جانب اس نے یہ بورڈ لکھوا رکھا تھا...

جن کے ہونٹوں پہ ہنسی پاؤں میں چھالے ہوں گے ہاں وہی بھوت ہمیں ڈھونڈنے والے ہوں گے ...

☆ایک حکیم نے لکھوا رکھا تھا...

ہم جتنا آگے بڑھ کر پیٹ کی خاطر مدارت کرتے ہیں یہ اتنا ہی آگے بڑھ کر ہمارے آڑے آتا ہے

☆سینما میں لکھا تھا...

دلکش چہرے فلموں میں آجاتے ہیں اور باقی سینما آجاتے ہیں

☆فیملی پلاننگ کے دفتر کے باہر لکھا تھا..

بچوں کو ساتھ لانا منع ہے ہم آپ کو وقفے کا سبق پڑھاتے ہیں اور آپ بغیر وقفے کے یہاں لے آتے ہیں...

☆ کچہری میں کوئی لکھ گیا...

قانون نافذ کرنے والے جتنی زیادہ منصوبہ بندی کرتے ہیں اتنے ہی قانون شکن پیدا ہوجاتے جاتے ہیں

☆ ایک اخبار کی خبر تھی....

ہارٹ اسپشلسٹ کا اچانک اپنے دل وارڈ کا دورہ

☆ ایک دفتر میں لکھا تھا...

بالمشافہ ملاقات کے لئے باللفافہ تشریف لائیں...

☆ ایک سیاسی جماعت کے دفتر میں لکھا تھا....

وہ دن ہم سب پر بھاری گزرتا ہے جب پولیس کی بھاری نفری یہاں کا رخ کرتی ہے

☆ ایک بینک میں لکھا تھا...

دولت مندوں کا حساب کتاب خراب ہو جائے تو وہ پریشان ہو کر اپنی نیند خراب کرتے ہیں اور ساتھ ہماری بھی....

☆ ایک شادی کے دفتر میں لکھا تھا...

کسی سے تعلق نبھانا مشکل ہوتا ہے مگر بے تعلق ہو کر اسے نبھانا زیادہ مشکل ہوتا ہے

☆ ایک دفتر میں لکھا تھا...

یہ محکمے کی صواب دید پر ہے کہ وہ آپ کی گاڑی گھوڑا گاڑی قرار دے دے

☆ کاروں کی کمپنی نے لکھوا رکھا تھا...

بعض اوقات انسان کے مقدر اتنے عجیب ہو جاتے ہیں کہ نئی کار کی خواہش کرتے ہی اس سے جا ٹکراتا ہے...

☆ یورپ کے ایک شخص سے پوچھا گیا آپ کیسے اتنے دولت مند ہوئے اس نے کہا میں نے ایک کتاب لکھی تھی اس کا نام تھا...

دولت مند بنئے ''آسان ٹوٹکے''

☆ ایک بینک کے لاکرز پر یہ لکھا تھا...

دیکھا گیا ہے کہ گولڈن چانس انہی کو ملتے ہیں جن کے لاکرز میں گولڈ وافر مقدار میں

پڑا ہوتا ہے اور جن کا سارا سونا بک چکا ہو ان کے لب پر یہی ہوتا ہے کہ گولڈن چانس ضائع ہو گیا...

☆ سیکورٹی گارڈز بھرتی کرنے والے دفتر میں لکھا تھا...

جس شہر میں چوروں کی وارداتیں زیادہ ہو وہاں چوکیداروں کو جاب آسانی سے مل جاتی ہے لہذا ہمارے ہاں بھی آسامیاں خالی ہیں...

☆ بچوں نے میری کتابوں کے نام جملے میں یوں استعمال کیے...

اگر کسی ''ایرے غیرے'' نے ''مزاح راہ'' کیا تو ہم اس کی ''دھجی آں'' اڑا دیں گے

☆ ایک نشہ فروخت کرنے والے نے لکھوار کھا تھا...

مجھے چائنہ کی ترقی سے صرف ایک خوف ہے کہ وہ کہیں نشہ بنانا شروع نہ کر دے

☆ ایک پہلوان کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا... ان کی باتوں کے ہاتھ بھی ہیں ،سر بھی ، کہنیاں اور ٹانگیں بھی لہذا اس کی بات میں کوئی ٹانگ نہ اڑائے

☆ منی چینجر نے لکھوار کھا تھا..

.اپنے چھوٹے سیکرٹ چھپا کر رکھیں بڑے سیکرٹ تو سب کے سامنے ہوتے ہیں

☆ ایک نئے کھلنے والے بینک میں لکھا تھا...

دولت سے محروم لوگوں کی معاشرے میں کوئی ویلیو نہیں ہوتی اور دولت کا کوئی وطن بھی نہیں ہوتا اور بے دولت کو قدم قدم قیمت بھی چکانا پڑتی ہے لہذا آج ہی اپنا اکاؤنٹ کھلوائیں

☆ ایک رکشے پر لکھا تھا

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں... شاعر کا مسخر اور مسخرے کا مسخر اور

☆ ایک شرابی سے ملاقات کے بعد ایک شخص نے اپنے ڈائری یوں لکھی...

وہاں میں بے سدھ کھڑا تھا کیونکہ وہاں صرف مئے اور جام ''چل'' رہے تھے

☆ ایک موسیقار نے اپنے دروازے پر شاگردوں کو یوں انتباہ کیا ہوا تھا...

گھر کا دروازہ مقلائی شاٹ میں کھلاتا ئیں...

☆ایک میرج بیورو میں لکھا تھا...

شادی کے آغاز میں گھر داماد بن کر قسمت آزمائی کریں بعد میں اپنی محنت سے خاوندوں میں شمار ہو جائیں ورنہ غیر شادی شدہ ہونے کا سیاسی تجربہ جاری رکھیں...

☆ایک تھانے میں لکھا تھا...

اگر آپ ہمارے خیر خواہ ہیں تو اپنے آپ کو قانون کی خیر خواہی سے بچا کر رکھیں

☆ شطرنج ایسوسی ایشن کی کینٹین میں اعلان ہو رہا تھا...

کوئی بادشاہ آدمی اپنا گھوڑا اُلٹے رخ باندھ گیا ہے جس نے ہماری کنٹین کے پیادے کو اپنی دولتی سے چیک میٹ دے دی ہے اس سے التماس ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہے فوراً واپسی کی چال چلے ورنہ ہم خود گھوڑے کی بساط لپیٹ دیں گے...

☆فٹبال کلب میں لکھا تھا...

ریفری میچ سے آدھ گھنٹہ پہلے تشریف لائیں ورنہ ان کے خلاف پنلٹی دی جا سکتی ہے

☆ بیوٹی پارلر میں لکھا تھا...

آگ لگنے کی صورت میں ٹھنڈا پانی استعمال کریں...

☆ ٹرین میں یہ ہدایت لکھی تھی....

کھڑکی سے سر باہر نہ نکالیں آپ ہاتھ سے سر دھوتے ہیں کہیں سر سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں

☆ کارپوریشن کے دفتر میں لکھا تھا...

وہ اتنا صفائی پسند نہیں مگر جھوٹ بڑی صفائی سے بولتا ہے

☆ایک دفتر میں لکھا تھا...

انسان کا مزاج بڑی عالی شان چیز ہے لہذا اسے کسی کلرک کی مٹھی کی طرح گرم نہ رکھیں

☆ایک پراپرٹی ڈیلر نے لکھوا رکھا تھا...

جو شخص جھوٹ بولے اور خود کو اس کا چمپئن سمجھے وہ ہمارے ساتھ میچ رکھ لے

☆ ایک مایوس کرکٹر نے لکھوا رکھا تھا....

ترکِ الفت کرنے والے اب ڈالر دیتے ہیں

بیٹنگ ان کی فیل اگر ہو بدل وہ بالر دیتے ہیں

☆.....☆.....☆

نوٹس بورڈز

ہدایات، خبرداراور غور فرمائیں کے توجہ طلب نوٹس بورڈز آپ کو ہر جگہ چوکس رکھتے ہیں تاکہ آپ کسی بھی جرم، جرمانے یا جبر سے بچ پائیں یہ اس ادارے کی مہربانی ہوتی ہے کہ وہ آپ کے فائدے کے لئے نوٹس بورڈز کا خرچہ برداشت کرتے ہیں مگر دوسری جانب ''چوروں سے خبردار'' والا بورڈ، ایک نہ ایک دن چور کی ضرورت بن ہی جاتا ہے۔ کئی دفعہ حالات ہی ایسے نظر آتے ہیں کہ سمجھداروں کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ جیسے ملکہ برطانیہ کو اپنے دفتر میں یہ سائن بورڈ لگانے ضرورت نہیں کہ ''ہاتھ ملانا منع ہے'' عقل مند کے ذہن میں یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ کیا ملکہ ہرایرے غیرے سے ''مفت میں'' ہاتھ ملائے گی...

کبھی واضع طور پر لکھا گیا ''خبردار'' کا نوٹس بورڈ عوام پر ذرا اثر انداز نہیں ہوتا اور کبھی موبائل فون پر ذرا سی وارننگ سے انسان چونک جاتا ہے... لیجئے! کچھ مضحکہ خیز نوٹس بورڈز ملاحظہ فرمایئے...

☆ٹوتھ پیسٹ پر لکھا تھا:

پیسٹ کو مسوڑوں پر لگنے سے دور رکھیں ورنہ یہ دانتوں پر گر جائیں گے

☆واپڈا کے ایک دفتر میں لکھا تھا:

لوڈ شیڈنگ کے اوقات ہفتہ وار شیڈول کی ''روشنی'' میں جاری رہیں گے

☆ایک ریس کلب کی دیوار پر یہ عبارت آویزاں تھی...

:ہمارے ملک میں پولو اور پولیو ٹورنامنٹ کامیابی سے جاری ہے

☆ کلاس روم میں ماسٹر صاحب نے لکھوا رکھا تھا...

ڈائریکٹ اور انڈائریکٹ سیکھنے کے لئے...ڈائریکٹ میرے پاس آئیں ایکٹو وائس

اور ''کوموں'' میں بات سے گریز کریں

☆ایک ایماندار افسر نے یہ لکھوار کھا تھا...

: اگر ٹھیکیدار کو کسی وجہ سے دفتر ہذا میں Ban کر دیا جائے تو وہ دفتر سے باہر جا کر

''بین'' ڈالے

☆ایک مشہور شخص کی تصویر کے نیچے یہ لکھا پایا گیا...

مجھے دیوار پر لگانے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ مجھے پوری زندگی اصلی دیوار کے ساتھ لگایا گیا

☆ایک گھڑی ساز نے لکھوار کھا تھا...

ہر کامیابی کا ایک لمحہ ہوتا ہے اور کوشش کامیابی کے لئے ضروری ہوتی ہے اس لئے ہر لمحہ

کامیابی سے کوشش جاری رکھیں

☆ آنکھوں والے ڈاکٹر نے دل والے ڈاکٹر کو یہ پیغام بھیجا...

کامیابی حاصل ہونا ضروری نہیں ہوتا کم از کم دوسروں کو اپنے ارادوں ہی میں کامیاب

نظر آئیں

☆ دل والے ڈاکٹر نے جواباً یہ لکھ بھیجا...

کامیابی وہ ہے جو اندھے کو بھی نظر آئے آپ کا دل کیا کہتا ہے؟

☆ دانتوں والے ڈاکٹر نے یہ پیغام ریکارڈ کروایا...

آپ کا دل اور آنکھیں بھلے دھوکا کھائیں لیکن اپنے دانتوں کو کھٹا ہونے سے بچائیں

☆ ڈاکٹر برائے ماہر خوراک بھی داڑھ کے نیچے سے گویا ہوئے...

آپ کا دل اور آنکھیں بھلے دانتوں سمیت کھٹے ہو جائیں مگر دماغ کو کبھی دھوکا نہ

کھانے دیں اور انگور کھٹے ہیں کا بیان کبھی جاری نہ کریں

☆ پی ایچ ڈی ڈاکٹر کی رائے...

کیا کوئی ڈاکٹر دل، دانت اور آنکھوں کے بغیر بھی ہوتا ہے جسے کامیابی نہ ملی ہو؟

☆ دماغ کے سرجن نے اپنی ادبی صلاحیت یوں شیئر کی...

یار میرا مغز نہ کھاؤ کہیں یہ مقصد بحث ہی تمہیں ناکامی کی طرف نہ لے جائے

☆ ایک کتاب پر یہ لکھا تھا...

کتاب جلانے کے لئے نہیں یہ جہالت کو جلانے کے لئے ہوتی ہے

☆ پنجاب کے ایک سابق گورنر نے غلطی سے اپنا اسٹیٹس یوں اپ ڈیٹ کیا...

G.B (گریٹ برٹین) سے شروع ہونے والا میرا سیاسی اونٹ الٹی کروٹ بیٹھ

B.G یعنی (بنی گالا) پہنچ چکا ہے دیکھیں اب یہ کہاں اور کس کروٹ بیٹھتا ہے

☆ چڑیا گھر میں ایک عقاب کے پنجرے پر نامکمل شعر

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب: یہ تو چلتی ہے تجھے...

☆ شیر کے پنجرے پر تحریر تھی...

گیدڑ آگے ہو یا پیچھے دونوں جگہ خطرناک ہوتا ہے

☆ گیدڑ کے پنجرے پر یہ تحریر تھا...

مجھے یہاں سے بازیاب کروانے کے لئے اگر آپ کے پاس کوئی گیدڑ سینگھی ہو تو فوری رابطہ کریں

☆ لومڑی کے پنجرے پر لکھا تھا....

ساتھ والے گیڈر سے بچیں یہ بڑا کتا ہے

☆ بندر کے پنجرے پر...

اگر جوئیں آپ کو چین نہیں لینے دے رہیں تو ہماری خدمات حاصل کریں

☆ ایک دواء جس پر سینکڑوں ری ایکشن درج تھے ساتھ لکھا تھا...

دواء کا استعمال لمبے عرصے تک جاری رکھا جاسکتا ہے

☆ایک اور عطائی نے لکھوا رکھا تھا...

دانت اور داڑھ کا بھاؤ معلوم کرنے کے لئے علیحدہ وقت لیں

☆ایک کار ڈیلر نے لکھوا رکھا تھا...

خریدکار اور فروخت کار سے برابر کمیشن لیا جائے گا

☆ایک سیاسی لیڈر کے گھر کے باہر لکھا تھا...

زیادہ سے زیادہ سیاسی قید کاٹنے کے معاوضے میں جیل روڈ کا نام میرے نام سے منسوب کیا جائے

☆گوالے نے لکھوا رکھا تھا....

پانی پانی ... تجھے بھی لگ جائے ... میری زندگانی

☆ایک انجینئر نے اپنے دفتر میں یہ سائن بورڈ لگوا رکھا تھا...

سورج نگر اور چاند پور کے درمیان پل کا کام 'کمیشن' کی عدم توجہی کی بنا پر بند ہے

☆گولے گنڈے والے کے ٹھیلے پر لکھا تھا...

موسم سرما میں ہماری مصنوعات حاصل کرنے کیلئے کراچی تشریف لائیں

☆فروٹ چاٹ والے نے یہ نوٹس بورڈ لگوا رکھا تھا...

تربوز اور گنڈیری کی چاٹ بھی دستیاب ہے

☆پشاور میں ایک قبر کا کتبہ یوں تحریر تھا...

''میں سلامت خان تربت میں پیدا ہوا...میاں والی کی لڑکی سے شادی کیا...حیات آباد میں سپرد خاک ہوا''

☆ائیر پورٹ کے ہسپتال کے باہر نوٹس بورڈ...

پی آئی اے کے ڈاکٹروں نے ٹڈ نائٹ آپریشن بحال کر دیا ہے

☆ایک جوتے پر تحریر تھا...

ہمارے جوگرافیڑی چوٹی کا زور لگانے میں بھی معاون ثابت ہوتے ہیں

☆ پلیٹ پر تحریر تھا...

اپنے پیٹ کے مطابق پلیٹ اٹھائیں

☆ فاختہ کے پنجرے پر...

امن ہو یا جنگ سلاخوں کے سنگ

☆ سانپ گھر میں کوبرے کی کمین گاہ پر...

کیا میرا زہر آستین والے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے؟

☆ ایک بازار میں لکھا تھا...

یہاں کچھ لوگ اتنے کاروباری ہیں کہ آستین کا سانپ بھی بیچ دیتے ہیں

☆ ایک شاہراہ پر لکھا تھا...

کارڈیالوجی ہسپتال بائی پاس

☆ ہیلری کلنٹن کے گھر کے باہر واضع لکھا پایا گیا...

یہاں ''overبل'' بھیجنے کی کوشش مت کریں صرف میرا ''بل'' آئے

☆ آبگینے پر لکھا تھا...

آپ بھرتے ہیں مجھے، اور پھر بھرتا میں ہوں

☆ مودی کے الیکشن آفس میں کسی نے لکھوا رکھا تھا...

دشمنوں! اب مودی سے بچ کر رہنا (بعدازاں کسی نے ایک نقطے سے مودی سے موذی بنا کر محرم سے مجرم بنا دیا)

☆ لندن میں ایک جوڑا جس بورڈ کی آڑھ میں بیٹھا تھا اس پر تحریر تھا...

Sorry! Work In Progress

☆ یونس ملک اگر ہالی وڈ جا کر پنجابی فلم بنائیں تو کیا نام رکھیں گے...

"The way"دیوے (پنجابی)

☆مودی کے دفتر کے اندر...

سیکرٹری صاحبان یہاں بیٹھ کر چائیں چائیں مت کریں چائے ضرور ملے گی

☆ایک بینک میں تحریر تھا...

اپنی پونجی خود سنبھال کر رکھیں کہیں ہمارے بینک پر پابندی ہی نہ لگ جائے

☆ملتان میں ایک جگہ لکھا تھا...

اسپینش اور سرائیکی دونوں دنیا کی میٹھی زبانیں ہیں مگر اسپین میں سوہن حلوہ نہیں ملتا

☆پرویز مشرف کی تصویر کے نیچے کوئی لکھ گیا

میری سیاسی ناکامی کے پیچھے حزب اتفاق کا ہاتھ ہے

☆ملبورن کرکٹ سٹیڈیم میں ایک پلے کارڈ...

ہمیشہ وقار سے کھیلیں ناکہ ملکی وقار سے

☆ہیرا منڈی میں ایک جگہ غلطی سے لکھا گیا...

بے یارومددگار کی فلاح وبیہودگی کے لئے کوشاں

☆لائلپور کی ایک ادبی سرائے میں کوئی یہ لکھ گیا...

اپنا اندازِ فکر فوری تبدیل فرمائیں ورنہ دوسرے لائل پور کو ''جگت پور'' پکاریں گے

☆ایک مفکر نے اپنی بیٹھک میں ایک گہری تحریر کو اونچا کر کے لکھوا رکھا تھا...

میں نے یہ راز نہ جانا جاناں ... کچھ دیر کے لیے آنا جاناں

☆شاعر خادم دمادم کے گھر کے دروازے پر کوئی لکھ گیا...اہلیہ کے ناک میں دم کرنے کے بعد خادم بھیا بجائے نادم ہونے کے تازہ دم ہو جاتے ہیں اور ان کے دم میں دم آ جاتا ہے۔

☆.....☆.....☆

ایک ''تھانے نادار'' کی ڈائری

''آج کا دن میرے اوپر خاصا بھاری گزر لیکن دوسری طرف میں خود کو مبینہ طور پر ہلکا محسوس بھی کر رہا ہوں حالانکہ پیٹ پہلے سے زیادہ بھاری بھر کم ہو رہا ہے مگر آج کی اپنی خفیہ ڈائری محرر سے نظر بچا کر لکھ رہا ہوں کیونکہ پیٹ بھی کچھ ہلکا کرنا ہے۔ یہ خدشہ بھی ہے کہ کہیں اتنا ہلکا بھی نہ ہو جائے کہ پیٹی ہی اتر جائے۔ سال کا آغاز بڑی تیزی ترتیب اور اپنی لائن میں یوں چل رہا ہے کہ تاریخ سیدھی تنخواہ والی تاریخ کی طرف جا رہی ہے مگر ابھی تک پولیس لائن کی حاضری سے بچا ہوا ہوں...ڈائری لکھنے کی عادت مجھے اس وقت سے ہے جب میں تختی لکھا کرتا تھا اور میں اپنے زیادہ تر تاریخی واقعات تختی پر لکھ کر ہی گنوا چکا ہوں مگر ان میں سے کچھ گنوا بھی سکتا ہوں۔ میں اس وقت بھی ان واقعات کو ضمنی کی شکل میں لکھا کرتا تھا گویا میں پیدائشی ملازم ہوں اور اپنے تھانے کا بہت خیال رکھتا ہوں۔

پچھلے دنوں میں نے ایک کباڑیے سے ایک درجن ہتھکڑیاں اپنی جیب سے خرید کر تھانے کو وقف کی ہیں میں نے تو کباڑیہ سے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ تجھے یہ کون ڈال گیا تھا... حالانکہ بطور ایک ذمہ دار پولیس ملازم، میں اپنے کانوں کو کھڑا اور آنکھوں کو کھلے کا کھلا رکھتا ہوں اور زبان کو پابند سلاسل... ملازم کے کان کھڑے رکھنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اسے کانوں کا کچا ہونا چاہئے اور نہ قانون کا ....

پچھلے دنوں میری ڈائری کسی اُچکے ملازم نے اُچک لی جس کی وجہ سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی محبوبہ مجھے چھوڑ کر کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے یوں میرا پچھلا سارا ''ریکارڈ'' خراب کر دیا گیا ہے حالانکہ چوری بھی میری ہی ہوئی۔ اس میں کمیٹی، کنٹین اور کپڑوں کا حساب کتاب

بھی ضمنیوں کی شکل میں درج تھا اور یہ بھی درج تھا میرا بل اور کمیٹی کس کس کے ذمہ ہے اور کپڑے کس سے دھلوانے ہیں اور دھلوائی کس کس کی کرنا ہے...

آج ایک سپرداری کا ملزم جس کی موٹر سائیکل مشکوک سمجھ کر پولیس اٹھالائی تھی نے ایک نئی ڈائری مجھے تھمائی ۔نئی تو خیر نہیں ہے سال کے آخری دنوں میں یہ ''ریٹائرڈ'' ڈائری جیسے ہی میرے ہاتھ لگی میرے چہرے پر جیسے رونق سی آ گئی۔ جب میں نے اس کے اندر نظر دوڑائی تو چہرے کی رونق جشن میں بدل گئی کیونکہ اس مین سے کچھ مزید برآمدگی بھی ہوئی ہے دریں اثنا میں نے اسے فوراپرس میں ڈالا اور ڈائری کو اپنے دراز میں...

ویسے ڈائری چور پر مجھے بہت افسوس ہے کیونکہ وہ یوں گھر کا بھیدی بن گیا ہے اور اس نے تھانے کے تقدس کا بھی خیال نہیں کیا اور پھر 'تھانے سے اٹھانے' تک کا معاملہ مزید پیچدہ ہوگیا

چور بھی عجیب لاپرواہ لوگ ہوتے ہیں یہ وہاں سے بھی دستانے چوری کر لیتے ہیں جہاں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہو بلکہ یہ صابن چرا کر منہ دھونے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔یہ تو مسجد میں چوری سے دریغ نہیں کرتے حالانکہ انہیں پتا ہے کہ وہ پورے کا پورا کاٹ دیے جائیں گے

قانون بھی ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے لگ جاتا ہے اور انہیں رنگے ہاتھوں پکڑنے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے مگر اس سلسلے میں قانون کو فوری حرکت میں آنا ہوتا ہے اور اسی لئے اوپر سے حکم ملا ہے کہ اپنی توندوں کو اپنی بھرتی کی ''سطح'' پر لایا جائے۔سمجھ نہیں آتا بھرتی کے وقت تو ہم کبڈی کے کھلاڑی ہوا کرتے تھے اور اب ہمارا کام بھرتی کرنا ہے۔اگر تھانوں میں ایسے چوریاں شروع ہوگئیں تو پھر پاکستان کو تالے بنانے کی صنعت کو فروغ دینے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

میں تھانے میں داخل ہوتے ہوئے بلکہ تھانے کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے بھی میں بڑا محتاط رہتا ہوں کیونکہ حالات بڑے خراب ہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔اسی لئے میں بھی اپنے کام سے کام رکھتا ہوں اور کسی کو بلاوجہ نہیں پوچھتا تاکہ کل کوئی مجھے بھی نہ پوچھے کہ لیاقت ادھر

آؤ یہ بتاؤ وہ بتاؤ۔آج کل کسی میں شرافت ہے ہی نہیں مگر میرے تھانے میں تین چار شرافت جانے کیوں دے مارے ہیں۔لوگ کہتے ہیں شرافت کا زمانہ نہیں ہے میں کہتا ہوں زمانہ ہی ان شرافتوں کا ہے وہ تو حوالدار خدا بخش کو بھی نہیں بخشتے۔مجھے انہی میں سے کسی ایک پر شکِ شرافت ہے جو کہ آتے ہی میری ڈائری کو پڑا ہے۔

بعض اوقات بندہ کتنا مجبور ہوتا ہے کہ ملزم سامنے ہوتا ہے اور قانون اس کو ہاتھ ڈالنے سے قاصر ہوتا ہے یہاں قانون کا حال بھی موخر الذکر دستانے اُچکنے اور اس کی سزا پانے والے کا سا ہوتا ہے آخر یہ ہاتھ کہاں سے لایا جائے جہاں سے میں پلک جھپکتے اس کو حوالات کے حوالے کر سکوں۔آج جیسے ہی میں ایک جیب کترے کی خبر لے رہا تھا تو عین اس وقت اخبار والے بھی پہنچ گئے اور انہوں نے دبے لفظوں میں میری ہی خبر لینا شروع کر دی۔میں نے موقع کی نزاکت دیکھ کر اپنے محرر سے کہا آج مرغا بنا دو۔کچھ دیر بعد میں راؤنڈ لگا کر واپس آیا تو وہ مجھے مزید برباد کرنے کی ٹھان چکا تھا اور میں نے فوراً بے چارے میڈیا والوں کو اس کے چنگل سے جان چھڑوائی

...یہ ہے ہی پاگل...

ایک پاگل مجھے پہلی بیوی سکنہ سکھیکی ٹکری ہوئی ہے۔جب میں دوسری بیوی کے پاس جاؤں تو وہ دفعہ 550 لگا دیتی ہے چلو یہ کون سا پہلی دفعہ ہے...مجھے لگتا ہے پہلے والی کو ذرا شناخت پریڈ کروا کر "دفع" کرنا پڑے گا کیونکہ وہ ہر وقت ازدواجی ہتھکڑی کے چکر میں رہتی ہے۔

کچھ دن سے ڈی ایس پی صاحب بھی ناراض ہیں اور ذرا سی بات پر خفا ہو جاتے ہیں ایک دن وہ میرے پاس آئے میں نے انہیں تولیہ جھاڑ کر دیا لیکن انہوں نے پھر بھی مجھے جھاڑ دیا۔ایک غلطی میرے سے بھی ہوئی میں نے باغ سے ہونے والی چوری کی رپٹ میں باغ والے کو باغی کے اندراج میں ڈال دیا حالانکہ اسے مالی کہتے ہیں۔

دوسری غلطی مجھ سے یہ ہوئی کہ میں نے فیض اسلام راٹھور کے بڑے نام کو مختصر کر کے مسمی F.I.R لکھ دیا حالانکہ آج کل کے لوگوں کی یہ روٹین ہے وہ میسج ایسے ہی کرتے ہیں۔میں

مسمی لیاقت وہ اصولی انسان ہوں جو پرچہ کبھی آؤٹ نہیں ہونے دیتا بلکہ پرچہ دینے سے لیکر رہائی لینے تک میری ملزم کے لواحقین سے آٹھ اکاون رہتی ہے اوران پریشانیوں کی وجہ سے میں ہر وقت خود کو حبس بے جا میں محسوس کرتا ہوں...لو جی....! ڈی ایس پی صاحب نے رات کے پچھلے پہر پھر بلالیا ہے اللہ خیر''

☆.....☆.....☆

''نو - ن''

دنیا کہتی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں نفرت کا بیج تقسیم کا نقشہ تبدیل کر کے انگریز نے بویا اور خاص طور پر ماؤنٹ بیٹن اور انڈین نیشنل گانگرس کے وہ منفی اقدامات ہیں جو دونوں ممالک کے درمیان سن انیس سو سنتالیس سے منافرت کا باعث بنتے رہے ہیں لیکن کچھ ایسے حقائق بھی ہیں جن سے پردہ اٹھایا جانا بھی ضروری ہے۔ آپ غور فرمائیں لفظ ''نون'' کا دخل ان دونوں ممالک کے اہم معاملات میں عجیب طریقے سے نظر آتا ہے کیونکہ مسلمان اور ہندو بھی میں لفظ ''نون'' آتا ہے۔ ان میں سے ایک کا مذہب ناچ گانے کا حکم ہے اور دوسرا نماز کا۔ اگر ایک ملک کے دارالحکومت دہلی میں نون نہیں ہے تو اسلام آباد میں بھی نظر نہیں آتی۔ ایک انڈین جاسوس کلبھوشن پکڑا گیا تو ساتھ اس کی نون بھی پکڑی گئی بعد میں پتا چلا کہ اس کی بیوی کا نام بھی چیتنا ہے.....

ہندوستان کے اہم دریا گنگا جمنا ہیں اور پاکستان کے سندھ اور چناب۔ اگر پاکستان اپنے نیوکلیئر میزائل شاہین میزائل کا تجربہ کرتا ہے تو ہندوستان اگنی کی نون سامنے لا کھڑا کرتا ہے اور اگر پاکستان اپنی سب میرین ہنگور پانی کی سطح پر لاتا ہے تو ہندوستانی اریہانت پانی کے اندر جا چھپتی ہے چنانچہ لائن آف کنٹرول پر اکثر فائرنگ جاری رہتی ہے اور جنگی جنون کا سامان موجود رہتا ہے جس کی وجہ سے دونوں ملکوں میں مہنگائی میں نون کا آنا یا نون کی وجہ سے مہنگائی کا آنا بھی لگا رہتا ہے۔

یہ ممالک آپس میں ہمیشہ نازک حالات پیدا کیے رکھتے ہیں حالانکہ ان کی کرنسی کا ''ناک نہ کان اور نتھ بالیوں کا ارمان'' والا معاملہ ہے۔حقائق کہتے ہیں کہ آئندہ جس مسئلے پر جنگ ہوگی وہ ہے''پانی''

نتیجہ امن ہو یا جنگ دونوں میں سے نون نکالے گا کون۔دونوں ملکوں نے فروغ امن کے سمجھوتے کے طور پر آپس میں بس اور ٹرین سروس کا آغاز کیا تو ہے لیکن بے بس بے نتیجہ..

حالانکہ دونوں ملکوں کی جنتا امن کی خواہاں ہے۔کیا اگر پاکستان کے امن کو طالبان نے تباہ کیا ہے تو انڈیا میں ناگالینڈ والوں نے نہیں کیا؟

کیا یہ بھی اتفاق نہیں کہ انیس سو ساٹھ میں جنرل ایوب اور نہرو کے درمیان انڈس ٹریٹی پر دستخط ہوئے۔ایک عجیب بات یہ ہے کہ ان دونوں ملکوں کے لئے چین ،افغانستان اور ایران بہت اہم ہیں اور ان کی وجہ سے دونوں ملکوں پر بہت ٹینشن بھی رہتی ہے۔سارک ممالک جن میں ہندوستان ،پاکستان ،سری لنکا، بنگلہ دیش، بھوٹان اور نیپال وغیرہ ہیں آپس میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے کوشش بھی کرتے ہیں جسے شاید نون ہی نے ناکام بنا کے رکھا ہے۔

در حقیت منموہن سنگھ کے بعد جب سے نریندر مودی آئے ہیں تب سے ایک انوکھی بے چینی چلی آ رہی ہے اگر ایک ہٹتی ہے تو دوسری سینگ مار دیتی۔آخر وہ کیا کارن ہیں جو انڈیا اور پاکستان کے مابین جنگ کا نقشہ بنتے رہے ہیں۔وجہ یہ تھی کہ کسی کے نام میں ایک آدھ نون ہو تو وہ قابل برداشت ہوتی ہے لیکن منموہن سنگھ کے کھاتے میں اکٹھی تین نظر آنے کے باعث نظر چندھیا جاتی تھی اور صدر انڈیا پرناب مکرجی کے ساتھ نونوں کا جوڑا مجھے مزید کرب میں مبتلا کر رہا تھا لیکن جناب ممنون حسین کے صدر بننے کے بعد میری یہ Tension کافی حد تک کم ہو پائی ہے کیونکہ انہوں نے تین نونوں کا جواب بڑی جانفشانی سے دیا تھا اور جب سے نون لیگ آئی ہے تو کانگرس کو کچھ لفظی جواب مل پایا ہے۔کانگریس جن پارٹیوں کے سیاسی اتحاد کے بل بوتے پر برسر اقتدار آتی ہے ان میں بھی زیادہ تر نون ہی آتی ہے۔میں سوچ رہا تھا کہ ان دونوں سیاست دانوں کی

تین نونوں کا توڑ کون ہوسکتا ہے تو ندا آئی ''ناممکن امن''

منموہن سنگھ کانگری ہیں لیکن اب ان کے سامنے اپوزیشن کا... بغل میں چھری منہ میں رام رام والا نریندر مودی جنتا پارٹی سے تعلق رکھتا ہے اور اس نے کانگرس کی نون کا جواب نون سے دیا ہے۔ نریندر کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ صرف نہانے سے وہ پوتر نہیں ہوتا بلکہ اُسے باقاعدہ طور پر مشین میں اسٹرلائز کرنا پڑتا ہے۔ اگر آپ کانگرس کی سیاست کو گاندھی نہرو سے شروع کر کے براستہ نرسیماراؤ منموہن پر لاتے ہیں تو دوسری طرف اسے جناح سے شروع کر کے نواز شریف پر ختم کر سکتے ہیں۔

نواز شریف اور منموہن کی ملاقات لندن اور نیویارک علاوہ جن جن شہروں میں ہوئی اس میں بھی زیادہ تر نون ہی دکھائی دیتی ہے۔ 2 نونوں کے حامل نریندر کے سیاسی مستقبل کے لئے خطرہ کی گھنٹی راہول گاندھی اور سونیا ہیں اور وہ ان کے اقدامات پر تنقید کرتے نظر آئے ہیں اسے طرح نواز شریف کے لیے تین نونوں والے عمران خان نیازی بھی خطرے سے کم نہیں ہیں۔ ان نواز شریف کے بعد شاہد خاقان عباسی بھی اپنی نون ساتھ لائے ہیں۔

انڈین کہتے ہیں کہ انڈیا پاکستان اور بنگلا دیش مل کر کرنسی ایک کرلیں حالانکہ وہ سب مل کر امن کا ایک ''نوٹ'' بھی سائن نہیں کر سکتے.....

واہ انڈیا! تیری کون سی نون سیدھی...(اس مضمون میں تقریباً 300 دفعہ نون استعمال ہوا ہے)

☆.....☆.....☆

پتھرول

خبر کی چوٹ شاید پتھر کی چوٹ سے بھی گہری ہوتی ہے اور انہیں سن کر انسان پتھرا جاتا ہے منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے ایک خبر ہے کہ ورجینا کی ٹریسا ہر ہفتہ تین پاؤنڈ پتھر کھاتی ہے اور سنا ہے کہ وہ گھر کے قریب والی چٹان چٹ کر چکی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک بڑی ڈیل **کھانے کا** ''سنگ میل'' بھی عبور کر لیا ہے۔ ایک سو دس کلو کی یہ دھان پتھران دوشیزہ کے دو بچے اب بڑے ہو چکے ہیں اور ان کے سر کے وہ زخم بھی اب بھر چکے ہیں جو انہیں ایک دشت کی سیاحی میں ان اجسام پر لگے تھے جب وہ اس کے پیٹ میں تھے۔ گھر کے چولہے کا محافظ یعنی شوہر جب اس کے طعام کے لئے پتھر اکٹھے کر رہا ہوتا ہے تو بچے باپ سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ پاپا

''جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو'' حالانکہ پتھروں کا ایک اپنا خاندان ہوتا ہے لیکن اسے یہ باور کرا دیا گیا ہے کہ اس کی بیوی صرف تازہ پتھر کھاتی ہے کوئی خاندانی نہیں۔ ٹریسا ایک دن تو کیا ایک پہر پرانا پتھر بھی کھا لے تو وہ الٹا اپنے شوہر کا ہاضمہ خراب کر دیتی ہے اور اگر اس کا اپنا ہاضمہ واقعی خراب ہو جائے تو فیروزہ، نیلم یا پکھراج سے کم آرام کہاں پڑتا ہوگا۔

اس کا خاوند اسے stone کھاتے دیکھ کر astonish نہیں ہوتا اور اسے ''لو یو'' کی بجائے Lava you کہتا ہے۔ اس بھاری کام کی وجہ سے اس کے تین بوائے فرینڈ بھاگ چکے ہیں لیکن اب کے والے پکے خاوند کا دل تو گویا پتھر ہو چکا ہے اور ان کی آپس میں انڈرسٹینڈنگ قدرے بہتر ہے ایک ایسی ہی آنجہانی محترمہ کی قبر کے کتبے پر لکھا تھا...

''بس مذاق ختم اب مجھے باہر نکالو''

اپنے خاص کھاجے سے پہلے یہ بڑا اہتمام کرتی ہے اور ساتھ روک اینڈ رول میوزک چلاتی ہے

راک اینڈ رول گانے کی وہ قسم ہے جس میں گلوکار پر اگر پتھر برسائے جائیں تو وہ مزید اچھا گانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بڑی اصولی عورت ہے اگر اس کا خاوند کبھی بھولے سے کسی بوری یا تھیلے میں میں اس کا کھاجہ لائے تو کبھی اسے منہ نہیں لگاتی اور وہ پتھر پڑے پڑے وہیں خراب ہو جاتے ہیں کیونکہ اس نے باہر سے پتھر لانے کے لئے ایک بڑا لنچ باکس رکھا ہوا ہے۔ جو پتھر تناول کے بعد بچ رہیں تو انہیں protochol کے طور پر فرج میں رکھنا پڑتا ہے

پتھروں کے اس معاملے میں نہ صرف اس کے دانت مضبوط ہوئے بلکہ انہیں توڑ توڑ کر بازو بھی مضبوط ہو چکے ہیں یوں اب اسے پیار سے مسز آرم سٹرانگ بھی کہا جانے لگا ہے۔ اگر یہ بھارت میں ہوتی تو شاید گائے کے گوشت کے ساتھ اُسے گرینائٹ پر پابندی کا سامنا بھی کرنا پڑتا۔

اگر پتھر کھاتے ہوئے خاوند غلطی سے کسی پھل وغیرہ کی بابت اشارے سے پوچھ لے یعنی banana? تو وہ دو دفعہ ''ب نا نا'' کہہ کر مذاق اڑاتی ہے اور صاف نا کر دیتی ہے۔ اس کا معدہ یوں سمجھ لیں کہ ایک امریکی مجنوں بنا پھرتا ہے جس کا ایک سرا براہ راست پتھروں کے رحم و کرم پر ہے۔

خاوند جم وائنڈ نر تو بیچارا نصیبوں کے پتھر چاٹ رہا ہے مگر اب وہ بھی ٹھوکریں کھا کر خاصا گول ہو چکا ہے۔ سنگ مرمر کو سنگترے کی طرح چوس کر دیکھتے ہوئے اس کا خاوند سوچ رہا ہوتا ہے کہ اگر اسے قبض کی شکایت ہوگئی تو انیما گرم تارکول سے ہی کروانا پڑے گا۔ یہ وہ فرہاد ہے جو دل پر پتھر رکھ کر جوئے شیر لاتا ہے۔

چڑیا گھر کے ایک ملازم نے ایک گوریلے کو ڈارون کی تھیوری پڑھتے دیکھ کر پوچھا۔ اوئے تم اور سٹڈی؟ اس گوریلے نے جواب دیا میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ چڑیا گھر کا ملازم میں ہوں یا تم!

اس کے خاوند کا کہنا ہے کہ پتھروں کو کچا چباتے ہوئے اس کی بیوی کا گلا کبھی خراب نہیں ہوا مگر یہ میرے گلے ضرور پڑی ہوئی ہے اور تو اور اس کا پیٹ شاذ و نادر ہی خراب ہوتا ہے مگر پتھر

لانے میں دیر ہو جائے تو اسے مروڑ ضرور اٹھنے لگتے ہیں اور ایک ماڈرن بد دعا سننے کو ملتی ہے کہ ''جا تجھے ٹیکس والے لے جائیں'' اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اچھے طریقے سے کی گئی تنقید، بھونڈے طریقے سے تعریف کے مترادف ہے اور پتھر کے ساتھ بحث کرنے والا شیشہ عقل مند نہیں ہوتا۔

شروع شروع میں شاید یہ پتھروں پر ماسک چڑھا کر گھر لاتی تھی اور انہیں لائف جیکٹ پہن کر کھاتی تھی مگر ''جب ناچنے لگی تو گھونگٹ کیسا'' اب تو ہمسائے والے اس کو پتھر لاتا دیکھ کر خود کسی پہاڑ کی اوٹ چھپنا پسند کرتے ہیں۔ ملاوٹ شدہ کی بجائے ایک خالص امریکی پتھر کو ہضم کرنا ایک امریکی تو کیا ایک امریکی عورت ہی کر سکتی ہے اور رج کے کھانے کے بعد اس کی چال سے بھونچال ضرور محسوس ہوتا ہے۔

جب پتھر معدے میں اتر رہے ہوں تو وہ منظر بھی بڑا دیدنی ہوتا ہوگا۔ جراثیم ایک دوسرے کو کہنیاں مار رہے ہوتے ہوں گے کہ چلو اب دم دبا کر بھاگو اور جا کے کہیں جگر گوشے میں پناہ ڈھونڈو۔ یہاں بڑے بڑے جراثیموں کا پتا پانی نظر آتا ہے اور وہ پتے کی اوٹ میں ہی اپنی جائے پناہ ڈھونڈتے پائے جاتے ہیں۔ جگر میں جراثیموں کے آئی ڈی پیز کے لئے کوئی جگہ نظر نہیں آتی اور جگر معدے کا جگری دوست ہونے کے باوجود ان جراثیموں کو یہاں برداشت نہیں کرتا۔ جراثیموں کو نقل مکانی کر کے معدے سے دور پناہ لینے میں ذرا دیر تو لگتی ہے کیوں کہ پتھروں پر چل چل کر جراثیموں کے تلووں میں بھی ورم آ چکا ہوتا ہے اور آبلہ پائی کی وجہ سے جب وہ ایک دوسرے کا سہارا لے کر چل رہے ہوتے ہیں تو اینٹی باڈیز بھی دانت نکال رہے ہوتے ہیں۔ جو جراثیم اپنی سستی کی وجہ سے معدے میں ہی پڑے رہ جاتے ہیں وہ رولنگ سٹون بن جاتے ہیں اور پیٹ میں موجود باقی کیڑے انہیں کمہار کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں۔ کئی جراثیم زخمی سروں کی وجہ سے مجنوں کا روپ دھارے غالب کے شعر کی مصداق نظر آ رہے ہوتے ہیں کہ

سر اٹھایا تھا کہ سنگ یاد آیا:

جو جراثیم دل میں پناہ لیتے پائے جائیں وہاں بھی ان کی ''پتھر دل'' ہو جاتی ہے۔ پتھر

کھا کر چلتے ہوئے یہ ''کنکراہٹ'' محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ جراثیموں کی دنیا ہماری انسانی دنیا سے مشابہت رکھتی ہے یہ بھی مختلف طبقات میں بٹی ہوتی ہے ان میں دائیاں بائیاں بازو، اشرافیہ ،حکومت اور دہشت گرد سب کچھ ہوتا ہے۔ ان کی اپنی انتظامیہ پولیس وغیرہ سارا نظام موجود ہوتا ہے اور ان میں بھی نعرے مارنے والے موجود ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ جراثیم اتنے مضبوط ہوتے ہیں جن پر کوئی گولی اثر کرتی ہے نہ لوکل باڈی سیل... ان میں کچھ جراثیم ایڈ کے لئے اور کچھ ایڈز کے لئے ہوتے ہیں... کچھ وائرس اور کچھ وائر یئر...

کچھ ڈر جانے والے کچھ مر جانے والے...

کچھ آپس میں جگری یار ہوتے اور کچھ دلی دشمن۔

ان میں کئی موشن لگاتے اور کئی خود لگوا بیٹھتے ہیں... کئی ہٹے کٹے اور کچھ لغڑی لاغر، لیکن ان میں کئی سٹون واش مارکہ بھی ہوتے ہیں جن کے سروں پر برسنے والے پتھروں کی ضرب انہیں تقسیم کرنے کی بجائے جمع کیے رکھتی ہے جو ہمارے لئے ان کا ایک منفی قدم ہے اور انسان کا کمزور امیون سسٹم جراثیموں کا حجم بن جاتا ہے جہاں ان کے مسل پختہ ہوتے چلے جاتے ہیں مگر ہمارے جسم کا پورا سسٹم خراب کر دیتے ہیں۔

مسز وائلڈز نے جراثیموں سے نمٹنے کا ایک طریقہ ڈھونڈ لیا ہے وہ صبح اٹھتے ہی شراب کا ایک پیگ لگاتی جو خود اس پر تو اثر نہیں کرتا مگر اس کے جراثیم مدہوش ہوتے چلے جاتے ہیں اور یوں اس کے جسم کے اندر بیماری کا باعث نہیں بنتے۔ ان میں سے کچھ نشے میں دھت مسل دکھا کر اپنے سے چھوٹے وائرس کو کہہ رہے ہوتے ہیں

''دیکھو ل لی ہماری طاقت ت ت'' ہر پتھر کے اندر ایک بت چھپا ہوتا ہے جسے آرٹسٹ ظاہر کرتا ہے مگر اس عورت کے بارے میں لگتا ہے کہ سورگ باش ہونے سے پہلے یہ اپنے اندر سے ایک مجسمہ جنے گی جو بعد ازاں ایک کتبے کے طور پر کام دے گا اور اس پر لکھا ہوگا

''میں پتھروں سے محبت کر کے انہیں ہضم کر لیا کرتی تھی مگر یہ کتبہ میری آخری محبت

ہے''

کئی امور ایسے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے خود ہی پتھر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور ان کی سمت کا تعین بھی مشکل ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے آئی ڈی پیز کو رولنگ سٹون قسم کے جراثیم نہ بننے دیں ورنہ افغان مہاجرین کی طرح یہ پورے ملک میں پھیل جائیں گے اور کئی معاشرتی بیماریاں پھیلائیں گے چنانچہ

" A stich in time saves nine"

☆.....☆.....☆

دلاسے

انگریزی مہینوں کا ایک علیحدہ موسم، مزاج اور مزہ ہوتا ہے اس لئے اس کے ہر مہینے کے اپنے تاثیری تقاضے ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے جس مہینے میں R یا ''ر'' آئے اس مہینے میں مچھلی بغیر کسی مشورے سے کھائی جاسکتی لیکن اس کا شوقین اسلامی مہینوں یعنی صفر تا رمضان بھی فائدہ اٹھالیتا ہے۔ اگر انگریزی یا اسلامی مہینے شوق کے آڑھے آئیں تو دیسی مہینوں سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کیونکہ کھانے کے شوق کے آگے ہر ڈاکٹر بے بس ہوتا ہے لیکن دوسری طرف ان باتوں سے بے نیاز گوادر اور پسنی والے پورا سال مچھلی سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ نجومیوں کے نزدیک سال کا پہلا مہینہ مبینہ طور پر جنوری ہے لیکن ان کے بقول سال کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب شمس برج حمل میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے دیسی مہینوں کا آغاز اسی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جنوری اور دسمبر کی ''عادتیں'' کافی حد تک ملتی ہیں کیونکہ دونوں اکتیس دنوں کے اور کافی ٹھنڈے ہوتے ہیں اور تقریباً ایک جیسا ہی ''وری'' کرتے ہیں۔ اسی طرح پہلا اور آخری اعلان بینکوں کی چھٹی کا ہوتا ہے اس چھٹی کی وجہ سے مچھلی کے کئی شوقین اپنے شوق سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ جنوری انگریزی سال کا پہلا مہینہ ہے لیکن اس مہینے میں پھر بھی بڑے بڑے لوگ پیدا ہو چکے ہیں اور آئندہ جنوری میں پہلے سے بھی زیادہ اور سائنسی طریقے سے پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ ایک معروف این۔ جی۔ او۔ انجمن ڈی۔ ٹی۔ ٹی یعنی (انجمن دلاسے تسلی تشفی) نے لوگوں کی فلاح کے لئے خوشیوں بھرے دلاسوں کا ایک سپرے ایجاد کیا ہیں جنہیں طفل تسلی قطعاً نہ سمجھا جائے اور اسے ہر تکلیف پر با آسانی چھڑکا جا سکتا ہے۔ اس انجمن کے پاس بینک بیلنس کی کوئی کمی نہیں لیکن پھر بھی دیتی صرف دلاسے ہی ہے ماہ جنوری میں اس انجمن کی جانب

سے پیش کی جانیوالے دلاسوں کا خلاصہ حاضر خدمت ہے:

کاشتکاروں کے لئے یوریائی دلاسے

اب آپ کے سر پر ٹیکس کی تلوار لٹک چکی ہے اور صرف رسی کٹنے کی کسر باقی ہے لہذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ جن کاشتکاروں نے ابھی تک گندم نہیں بوئی وہ اس کا ارادہ فی الفور ترک کر دیں کیونکہ جتنی فصل زیادہ ہوگی اتنا ہی ٹیکس لگے گا اور کیا ضرورت ہے معمولی ٹیکس کے لئے بڑی جانفشانی کی۔ اس میں شک نہیں کہ آپ لوگ عشروں سے گاجریں کھا رہے ہیں اور گاجریں کھانے والے کو کبھی کبھار پیٹ کا مسئلہ بھی ہو جاتا ہے چنانچہ اب آپ کو ایک آدھ گاجر کم کرنا پڑے گی اور ہوسکتا ہے اس وجہ سے کھیت میں گاجروں کے ساتھ کچھ مرچیں بھی لگیں لیکن ہماری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں لہذا وقت سے پہلے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

حجاموں کے لئے کنگھریالے دلاسے

انجمن ڈی۔ٹی کا گمان ہے کہ شاید بال کٹنے پر ساڑھے تین فی صد ٹیکس عائد کرنیکا معاملہ بھی زیرغور ہے جیسا کہ فصل کاٹنے والوں پر۔ لہذا اب آپ کو بھی ہاف شولڈر حجامت کے لئے تیار رہنا ہوگا کیونکہ آپ کی ایسوسی ایشن بھی ہر تین مہینے بعد اپنے استرے تیز کر کے اجرت بڑھانے کا اعلان کر دیتی ہے اور اس سلسلے میں چھوٹے بڑے (Sir) کی کوئی تمیز نہیں کرتی بلکہ آپ لوگ چوراہے میں سر مونڈھنے سے بھی گریز نہیں کرتے جس کیوجہ سے لوگوں کی جیب بھی کلین سویپ ہو جاتی ہے۔ وہ دن دور نہیں جب ٹیکس محبوب کی لمبی زلفوں کی طرح آپ پر سایہ فگن ہوگا۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ہمیشہ ہماری انجمن سے دلاسا لیا کریں اور جعل سازوں کے بہکاوے میں نہ آئیں۔

پٹرول پمپ مالکان کے لئے ملاوٹی دلاسے

پچھلے دنوں حکومت نے پٹرول کی قیمت میں کمی کر کے عوام کو دلاسہ دیا لیکن آپ کے منافع کو اچانک دھچکا لگا آپ سے گزارش ہے کہ اپنا دل چھوٹا نہ کریں۔ چھوٹا ہو آپ کا "پیمانہ"

فکر نہ کریں اگلے ماہ آپ کا دل خود بخود بڑا ہو جائے گا پھر پیمانے کے متعلق جو آپ کے مزاج میں آئے وہ کیجئے گا اور آپ کے پیمانے کا کیا ہے کبھی تو اسے ''چوٹ'' لگے گی اور عوام آپ کے پمپ پر شانہ بشانہ لائن میں لگی دکھائی دے گی۔ ہماری انجمن کا مشورہ ہے کہ آپ اپنے کاروبار میں ایل۔پی۔جی یونٹ کا اضافہ کرلیں کیونکہ اس کی قیمت میں اضافہ ہی اضافہ ہے اوران کے مالکان کے پاس سرمایہ رکھنے کے لئے ایک خالی سلنڈر بھی نہیں...

نجومیوں کے لئے صرف عددی دلاسے

یہ پہلی دفعہ ہو رہا ہے کہ نجومیوں کو ہماری انجمن کی طرف سے مفت دلاسے مل رہے ہیں قبل ازیں ان دلاسوں سے صرف فلم انڈسٹری مستفید ہوتی چلی آئی ہے۔ نجومیوں کو انجمن ڈی ٹی ٹی نے آگاہ کیا ہے کہ وہ جنوری میں ستاروں کی چالوں سے بچتے بچتے کسی سیاسی چال میں پھنسنے سے مکمل بچیں۔ ہوسکتا ہے کہ ستاروں کی چال آپ کو پسند نہ آئے اور آپ ان کی چال بھول کر کہیں نجوم سے چالو ہی نہ ہو جائیں۔ کسی کو معلوم نہیں کہ جہاں نجومی بیٹھتا ہے اسے دوکان کہتے ہیں یا دفتر لیکن اتنا اندازہ ضرور ہے کہ جب وہ اپنا اڈا کھولتے ہیں تو اس امر کو طلوع کہا جاتا ہے اور وہ اسے بند کرتے ہی غروب ہو جاتے ہیں یعنی ان کی ایک اپنی شمسی چال ہوتی ہے۔

نجومی سیاسی پروفیسر بھی ہوتے ہیں یہ برکت کی بیوی کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ آپ کے لئے یہ سال برکت والا نہیں لگتا...اسی طرح مبارک کی بیوی کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ صرف تمہارے لئے مبارک ہوگا جبکہ برکت کی مبارک کسی سخاوت کو دے رہے ہوتے ہیں۔ اگر ان نجومیوں نے کوئی پیشن گوئی کرنا ہو تو اس کا اظہار کم از کم دو علوم سے کرتے ہیں۔ ایک علم سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شادی کامیاب ہوگی مگر علم اعداد کی روشنی میں ناکامی ظاہر کر دیتے ہیں لہذا ان کی ایک پیشن گوئی صد درست ثابت ہوتی ہے۔ آجکل جو بڑی تبدیلی دیکھنے میں آرہی ہے وہ امریکی چینلوں پر نجومیوں کا غلبہ ہے اوران سے یہ سوال بار بار پوچھا جارہا ہے کہ موجودہ سال امریکہ کے لئے کیسا رہے گا۔ لگتا ہے اب امریکیوں کو بھی کئی خدشات لاحق ہو چکے

ہیں جو شاید پہلے کبھی ان کے ذہن کو چھوئے تک نہیں تھے۔امریکہ کا کوئی بھی صدر جو قبل ازیں آٹھ سال تک کرسی پر براجمان رہتا تھا لیکن موجودہ صدر کے مستقبل کے متعلق نجومیوں سے استفادہ حاصل کرنا ضروری خیال کیا جارہا ہے انہیں پتہ ہے کہ ''نحس اکبر'' کوئی نہ کوئی کام ضرور دکھائے گا۔اس بات کا یقین رکھیں کہ انجمن ڈی ۔ٹی ۔نجومیوں کے خاکی بُرج الٹانے کا ارادہ رکھنے والوں پر اپنی اور ستاروں کی نظر رکھتی ہے لہذا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور امید ہے آپ انجمن کے نگران اعلیٰ پروفیسر عطارد کی عطا۔رد نہیں کریں گے۔

بچوں کے لئے ایک معصوم دلاسہ

ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی گولیاں ٹافیاں دن بدن چھوٹی ہورہی ہیں اور محسوس ہوتا ہے کہ فیکٹریوں نے ان کا سائز ملیریا کی گولی کے برابر کردیا ہے لیکن آپ بھی اپنا دل چھوٹا نہ کریں کیونکہ دوسری طرف آپ کی رنگ برنگی اور بڑے سائز کی دوائیاں مارکیٹ میں موجود ہیں اور آپ کو ملاوٹ والی خوراک ملنے کی وجہ سے اکثر دوائیوں کے ذائقوں سے مستفید ہونا پڑتا ہے اور ہو سکتا ہے مستقبل میں دوائیاں آئسکریم کی شکل میں آپ کا دل لبھائیں۔چینی کی قیمت دار چینی کے برابر لانے کی کوشش میں آپ کے شوق کا کچھ حرج ہورہا ہے چلیں اس مرحلے میں آپ کے دانت خراب ہونے سے کافی بچ جائیں گے مگر پہلے آپ انہیں کھٹا ہونے سے بچائیں۔

دل جلوں کے لئے دلی دلاسہ

دل جلے ہر معاشرے بلکہ گھر گھر اپنے جلے ہوئے دل کی ''بُو'' پھیلانے کا ذریعہ ہوتے ہیں اگر ان کی مردم شماری کی جائے تو ''دل جلے'' کے کالم میں ہر مرد کے آگے ''ہاں'' کا ذکر لکھا ملے گا۔اس سے احساس ہوگا کہ شوہر، شاہ وشاطر اور شاعر وغیرہ کے قریب سے جیسے شگفتگی گزری ہی نہ ہو۔ان میں سے ٹاپ پر وہ شوہر ہوتا ہے جو ابھی شادی کی امید لگائے ہوتا ہے۔ہماری انجمن ان سب کے لئے دلوں پر اپنا خاص سہروں سے سجا سپرے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن ہمیں یہ بھی اندازہ ہے کہ دل جلوں کو دلاسہ دینا دل جلوں ہی کا کام ہے۔

گیس صارفین کے لئے ٹھنڈا دلاسہ

اس سال پنجاب کے گیس صارفین کو پہلی دفعہ گیس کے اٹھارہ گھنٹے جلنے والے شعلے سے یہ اندازہ ہوا کہ اس کا نام ''سوئی'' گیس کیوں ہے اور واقعی اس شعلے کی ''قد وقامت'' نے اس قدیم نام کے بھید بھی کھول دیے ہیں۔ گیس صارفین اس سال متعارف ہونے والے بالکل سوئی جیسے ''کونیکل بیفل'' کے راز سے بھی آگاہ ہو چکے ہیں۔ چولہے ٹھنڈے ہونے کا محاورہ ہر درمیانے درجے کا شہری جانتا ہے اور اب وہ اس کا عملی مظاہرہ بھی دیکھ چکا ہے۔ فکر مت کریں آپ جلد ہی اس سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گزرنے کا تماشا بھی دیکھ لیں گے لیکن گیس کی عدم دستیابی سے آپ کے بٹوے نے بھی 'نوٹ شیڈنگ'' کی ریہرسل کر لی ہے.....بس جنوری گیا فکر کا ہے کی ؟

☆.....☆.....☆

اُردو کا ایک جملہ

قارئین درج ذیل جملہ ملاحظہ فرمائیں......

''بطرف صحن عریض خانقاہ چشت غوث فریدؒ پاکپتنی کی ڈیوڑھی ژالہ باری سے مزید جاذب نظر لگتی ہے۔''

اوپر دیے گئے جملے کی خصوصیت وخوبی یہ ہے کہ اس میں اُردو حروف تہجی کے تمام حروف الف سے لیکر 'ے' تک موجود ہیں۔اٹھارہ الفاظ پر مشتمل اس جملے میں اردو کے کل 70 حروف ہیں اور یہ اٹھارہ الفاظ پر مشتمل ہے جو اُردو لکھنے کی مشق، خطاطی، ٹائپنگ سیکھنے اور دیگر امور کے لئے بھی معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔قبل ازیں راقم الحروف کی جانب سے اردو کا ایک نایاب جملہ:

''ایک ٹیلے پر واقع مزار خواجہ فریدالدین گنج شکر کے احاطۂ صحن میں ذرا سی ژالہ باری چاندی کے ڈھیروں کی مثل بڑے غضب کا نظارہ دیتی ہے۔''

آپ کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے اور یہ جملہ نواسی 89 حروف تہجی اور انتیس الفاظ پر مشتمل تھا اس لئے قدرے طویل محسوس بھی ہوتا تھا مگر اس کے باوجود اسے دنیا کے تمام حلقوں میں بہت سراہا گیا جس کا راقم اپنے قارئین کا نہایت شکرگزار ہے۔جونہی یہ جملہ کالم میں شامل کیا گیا اور جب اسے فیس بک پر لگایا گیا تو دنیا بھر سے اردو بولنے اور لکھنے والوں کی طرف سے بڑی پذیرائی ملی۔کئی لوگوں نے نہ صرف میرے جملے کو سراہا بلکہ ہزاروں کرم فرماؤں نے شیئر کرکے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔لکھنو کے رہنے والے محترم نہال الدین عثمانی جو کہ خود بھی اردو کے ایک بڑے لکھاری اور استاد ہیں اور انہوں نے اردو ہندی ڈکشنری بھی ترتیب دی رکھی ہے نے میرے اس جملے کی وڈیو A rare Urdu sentence containing all alphabetic

of Urdu کے نام سے ترتیب دے کر یوٹیوب پر بھی لگائی۔ محمد زبیر۔فتح پور انڈیا نے کچھ اور جملوں کی نشاندہی بھی فرمائی اور اسی موضوع پر نہ صرف کچھ جملے ہدیہ کیے بلکہ اپنا ایک جملہ بھی پیش کیا جس میں تمام حروف تہجی موجود ہیں وہ یہ ہے:'' کچھ ٹیلی ویژن پروگرامس بڑے خوبصورت ہیں مثلاً ونڈرفل اظہر، نذرحجاز، شرط دعاء وقبضہ وغیرہ'' اس میں اکیاسی 81 حروف ہیں۔ انہوں نے اسی سلسلے کا ایک اور جملہ جسے ڈاکٹر جوہر قدوسی نے تخلیق کیا تھا پیش کیا'' ان پیج اردو سافٹ وئیر چلانا بڑی محنت، خلوص، عرق ریزی، ژرف نگہی ،طبعی شغف ،مثالی ڈسپلن اور ذوق نظر کا متقاضی ہے'' اسرار جامعی نے ایک جملہ اپنی ذات کو سامنے رکھتے ہوئے تخلیق کر ڈالا وہ یہ ہے: ''اردو ٹائپنگ کوڈ کے الفاظ کی یہ تخلیق شاعر اور طنز ومزاح نگار اسرار جامعی کی غضب کی ذہانت اور خلوص کی بڑی اچھی مثال ہے'' مگر اس میں 'ژ' نہیں ہے مگر یہ اکانوے حروف اور چھبیس الفاظ ہیں۔کراچی سے شاکر عزیر نے مقتدرہ کا تخلیق کردہ یہ جملہ پیش کیا:'' رضائی اوڑھے بیٹھی ژوب کی قرۃ العین اعظمی کے پاس گھر کے ذخیرہ سے آناً فاناً ڈش میں ثابت جو، صراحی میں چائے اور پلیٹ میں زردہ آیا'' اس میں تیس الفاظ اور 99 حروف ہیں۔جو جملے زبیر صاحب نے ہماری معلومات کے لئے پیش کیے ان سب میں انگریزی الفاظ سے بھی مدد لی گئی چنانچہ وہ خالص اردو کی تصویر پیش نہ کر سکے۔

مگر دوسری جانب میری یہ کوشش بھی جاری تھی کہ اردو کا جملہ بھی اپنی لمبائی سمیٹے تا کہ اسے بھی انگریزی کے جملے:

A quick brown fox jumps over the lazy dog.

جس میں انگریزی حروف تہجی کے تمام الفاظ کو خوبصورتی سے سمویا گیا ہے کی طرز پر مکمل جامعیت اور معنویت کے ساتھ قائم کیا جا سکے۔یہاں ایک گزارش ضروری ہے کہ اردو کا انداز بیاں انگریزی سے یکسر مختلف ہے اور اس میں دیگر اسم وفعل کا استعمال کر کے جملے کو مکمل کرنا ہوتا ہے۔اپنے جملوں میں صرف دو حروف ''ز'' یا ''ژ'' کو استعمال کرنے کے لئے'' مزید ژالہ باری'' یعنی بارہ حروف

تہجی استعمال کرنا اردو زبان گرائمر اور جملے کی مجبوری ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی جملہ طویل ہو سکتا ہے۔ اردو کا لفظ ترکی سے درآمد ہونے کے باوجود اس کا رسم الخط عربی فارسی کے قریب ہے حالانکہ ہندی انگریزی کی طرح بائیں سے دائیں جانب لکھی جاتی ہے اور اس کے حروف تہجی بھی اردو سے کم ہیں کیونکہ اس میں (ذ ز ژ ض ظ) کو ہی ایک حرف (س ث ص) کو ایک (ت ط ک ق) کو ایک نقطہ لگا کر ہی حرفی شناخت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اگر ہندی کا کوئی ایسا جملہ بنایا جائے تو اس میں حروف یقیناً کم ہو سکتے ہیں لیکن الفاظ اردو ہی کی طرح زیادہ رہیں گے۔ راقم کی طرف سے اردو کا ذیل جملہ خالص اردو میں مختصر ترین الفاظ و حروف میں پیش کر دیا گیا ہے لیکن زمانہ نئی سے نئی اڑان بھرتے ہوئے ہر چیلنجز سے نبرد آزما ہوتا آیا ہے اردو کے اس جملے جس میں اردو کے تمام حروف تہجی موجود ہیں یعنی:

''بطرف صحن عریض خانقاہ چشت غوث فریدؒ پاکپتنی کی ڈیوڑھی ژالہ باری سے مزید جاذب نظر لگتی ہے'' سے مختصر جملہ تخلیق کرنے کے لئے یقیناً محنت درکار ہوگی۔

☆.....☆.....☆

''دولتی''

پاکستان میں قدرت کا دیا بہت کچھ ہے اور جن کو دیا ہے وہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں...
ایک وڈیرے سے پوچھا گیا جناب آپ اپنی بے پناہ دولت کا کیا کرتے ہیں اس نے کہا ''دکھائیں کہاں ہے دولت'' میری دولت تو صرف ہوٹلنگ، لاٹری اور نشے میں کام آئی ہے باقی تو میں اِدھر اُدھر ضائع کر بیٹھا ہوں...

ان ''بینک نو دولت پاکستان'' کے چیئرمینوں کے لئے ایک دلاسہ نما مشورہ یہ ہے کہ خود کو وڈیرہ یا دولت مند ثابت کرنے کے لئے آپ کا ظاہر چائنا کا اور باطن اسرائیلی نظر آنا چاہئے اور اس بات کو اپنے نوٹوں کے ساتھ والے پلے سے باندھ لیں کہ آپ اس ملک کے وڈیرے اور سرمایا دار ہیں اور ملک کے چند خاص الخواص لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ فیس بک والے مارک زکر برگ جیسے بیوقوف کے اس قبیح فعل طرف توجہ نہ دیں جس نے اپنی نومولود بیٹی میکس کے نام اپنے %99 شیئرز لگا کر غلطان کیا اور آپ کو بیٹوں سے اتنی محبت ہوتی ہے کہ آپ ان کی شادی بھی نہیں کرتے... یہ محاورہ:

" No one ever got rich without poor attitued "

بھی ایسے ہی گوروں نے بنا رکھا ہے چنانچہ آپ اس کی طرف دھیان ہی نہ کریں...وڈیروں کی دنیا کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ لوگ پہلے ان پر ہنستے ہیں پھر ان کے اصول اپنا لیتے ہیں اور دولت مند بننے کا پہلا فعل دوستوں کو دولتی مارنا ہوتا ہے...

آپ کسی بھی ملک کا اثاثہ ہوتے ہیں اور جن کے بڑے بڑے اثاثے ہوں ان پر معمولی دلاسے اثر بھی نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ سرمایادار کسی بھی ملک کا اثاثہ ہوتے ہیں لیکن قوم کی بدقسمتی

یہ ہے کہ ان کے اثاثے ملک سے باہر پڑے ہوتے ہیں۔ ویسے ہر قوم اپنے دولت مندوں پر بڑا فخر کرتی ہے اور کچھ ضرورت مند بھی ان کا خاطر خواہ خیال رکھتے ہیں اور ان پر خرچوں کا زیادہ بوجھ نہ ڈالتے اور نہ بنتے ہیں۔ ان کے ذمے کوئی چھوٹا موٹا قرضہ بھی درگزر کر دیا جاتا ہے بلکہ اسے کسی کھاتے میں بھی نہیں لایا جاتا.... اگر ان پر کوئی بیماری وغیرہ کا حملہ ہو تو اس کا بھی بھرپور دفاع کیا جاتا ہے یا اور پھر انہیں مزید جراثیمی حملے سے بچانے کے لئے پچھلے دروازے سے بیرون ملک بھی بھیجنے کے انتظامات بھی کیے جاتے ہیں تا کہ اپنی جان اور ان کی بے چارگی بچی رہے۔

وڈیروں اور سرمایہ داروں کے بچوں کو ہر جگہ اور ہر میدان میں فوقیت دی جاتی ہے اور جانی بھی چاہئے تا کہ وہ کسی بھی تعلیمی ادارے میں داخلے سے محروم نہ رہیں۔ ملکوں میں چونکہ موسم کے تغیرات کا ادراک مشکل ہوتا ہے اور راستے وغیرہ سفر کے لئے دشوار ہو جاتے ہیں اور دہشت گردی کا خطرہ رہتا ہے اس لیے ان کے لئے کارآمد اور بلٹ پروف گاڑیاں درآمد کی جاتی ہیں تا کہ یہ مضمرات سے دور اور منزل کے قریب رہ سکیں۔ انہیں اپنے اندر چالاکی کے مزید جراثیم پیدا کرنا ہوں گے تا کہ معاشرے میں موجود دوسرے نوسربازوں سے نمٹا جا سکے جو ان کے سرمائے پر ناجائز نظر رکھتے ہیں۔

آزمائشی طور پر انہیں چاہئے کہ کوئی نہ کوئی کیس اپنے اوپر ڈال کر رکھیں تا کہ ایک معروف وکیل کی خدمات مستقل آپ کے ہمراہ رہیں اس کی ٹیم کی وجہ سے آپ کو باڈی گارڈ رکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوگی۔ عام طور پر ایک اچھی خبر وڈیروں کے لئے بری ثابت ہوا کرتی ہے مثلاً اگر خبر ہو کہ حکومت ملک میں نئے سکول و کالج کھول رہی ہے یا مزدوروں کی تنخواہیں اضافہ کر رہی ہے تو ظاہر ہے پریشانی والی بات ہوتی ہے بلکہ تنخواہوں میں اضافے کی خبر ان پر بجلی کی بجائے اولوں کی طرح گرتی ہے اور عام شہری سے متضاد اثرات لئے ہوتی ہے۔

قد میں اپنی بیوی سے آدھا ایک وڈیرہ اپنی بیوی کو بڑے اعتماد سے سمجھا رہا تھا کہ بڑی عمر کا مرد پرانی شراب کی طرح ہوتا ہے اور.... یہ سنتے ہی بیوی نے اسے پیار سے بڑے مرتبان

میں بند کر دیا...ایسی عورتیں اپنے دولتی مرد کی واقعی بڑی تابعدار ہوتی ہیں جو فوراً انہیں کسی نہ کسی مرتبے پر پہنچا دیتی ہیں اور اگر گھر کا گدا خراب ہو جائے تو گھر ہی بدل لیتی ہیں اور ساتھ والی کوٹھی کا سودا کر لیتی ہیں....اور ان میں سے کئی دولت سے اتنی محبت کرنے والے ہوتے ہیں کہ ان کا بس چلے تو اپنا تخلص ''عبدلدینار'' رکھ لیں۔حضرت علی سے ایک ایسے ہی مابدولت و بخیل نے پوچھا کہ لفظ دینار کہاں سے آیا ہے آپ نے فرمایا دینار...نار سے نکلا ہے اسے جمع کرنے والا نار میں جائے گا...

☆.....☆.....☆

چالان

اگر کوئی آپ سے یہ مشکل سوال پوچھے کہ موٹر سائیکل پہلے ایجاد ہوا تھا یا ہیلمٹ؟ تو اس کا جواب بہت آسان ہے یعنی ہیلمٹ! لہذا موٹر سائیکل واحد بیماری ہے جس کی دوا پہلے سے موجود تھی۔ کیونکہ ہلمٹ اتنا پرانا ہے کہ جنگ لڑنے کے لئے یہ سکندر اعظم بھی پہنتا کرتا تھا اس لئے آپ اس کو پہن کر خود کو سکندر اعظم بھی سمجھ سکتے ہیں بلکہ اسے پہن کر اگر چالان سے بچ جاتے ہیں تو پھر آپ یقیناً مقدر کے سکندر بھی ہیں۔ اب اس کے استعمال سے موٹر سائیکل چلانے کے شوقین حضرات بھاری ٹریفک میں بھی ویلنگ Wheeilng کرنے کا شوق پورا کر سکتے ہیں کیونکہ اب آپ کی ''سر پرستی'' ہیلمٹ نہیں بلکہ ایک ہما کر رہا ہے جو آپ کے سر بیٹھا ہے۔ جب کوئی استاد آپ سے یہ پوچھے کہ بتاؤ What a Hell with you at this time?

تو آپ یقیناً یہی کہیں گے کہ '' سر! ہیلمٹ ''

کیونکہ سر کے لئے تو فل بازو ہیلمٹ بہت ہی ضروری ہو چکا ہے۔ ہمارے لیے ویسے بھی وہ چیز کبھی عذاب سے کم نہیں ہوتی جس کے شروع ہی میں Hell یا جہنم کا گھناؤنا ذکر ہو۔ ہمارے ہاں اس زرہ بکتر کا رواج ابھی نیا نیا شروع ہوا ہے۔ ہماری قومی عادت ہے کہ ہم کسی بات پر کان نہیں دھرتے لیکن اب ہمارے کانوں کان ہیلمٹ پڑ گیا ہے۔ گر کسی نے زندگی میں کبھی عملی جامہ نہ پہنا ہو لیکن ہیلمٹ نہ پہننے پر آپ کا چالان ہو سکتا ہے حالانکہ عملی جامہ نہ پہننے کے جرم میں ہماری پوری قوم کا چالان ہونا چاہئے کیونکہ قانون تو آخر قانون ہوتا ہے اور وہ بھی اگر نیا نیا رائج ہوا ہو۔ جیسے

انگریزی کی ایک کہاوت ہے کہ:

A new broom sweeps well.

میرے خیال میں جنون نے ہی ہمیشہ قانون کو مات دی ہے اور اس کا عملی مظاہرہ آپ دیکھ بھی چکے ہیں اور فنون لطیفہ سے جنون لطیفہ ویسے بھی زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ آج آٹھ بچوں کا باپ اپنے سر پر ایک اضافی بوجھ یقیناً ہیلمٹ کا ہی محسوس کرتا ہے۔ یہ دھات کا بنا ہوتا ہے اس لئے اس کو پہننے کے لئے بھی لوہے کے اعصاب چاہئے ہوتے ہیں اور خصوصاً گرمیوں میں۔ ہیلمٹ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صرف سڑکوں پر ہی پہنا جاتا ہے بلکہ غوطہ خور اسے آبی ٹریفک کے لئے بھی پہنتے ہیں اور آگ بجھانے والے اسے پہن کر اپنا سر آگ میں جھونکنے سے بھی نہیں کتراتے۔ لیکن صرف موٹر سائیکل رکشے والے اس کو استعمال کرنے سے مستثنیٰ ہیں۔

ہیلمٹ ان لوگوں کے لئے سودمند نہیں ہے جن کو اپنے ہیڈ سے زیادہ ہیڈ لائٹ کا فکر ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ اصل حقیت یہ ہے کہ ہیلمٹ واقعی انسانی زندگی کو بچانے کے لئے کافی حد تک اہم کردار ادا کرتا ہے اور یہ واقعی موٹر سائیکل سواروں کے علاوہ راہ گیروں کے لئے بھی لازم ہونا چاہئے۔ کئی لوگ خوانخواہ ہیلمٹ کی بجائے آسمان سر پر اٹھا رہے ہیں حالانکہ کہا جاتا ہے اپنی مرضی سے اٹھایا ہوا بوجھ، بوجھ ہی کیا؟

A voluntary burden is not a burden.

امریکہ اور کینڈا میں ۱۹۷۰ میں اس کے نہ پہننے کو جرم قرار دیا گیا حتی کہ گھڑ سواری کے موقع پر بھی... ایک موٹر سائیکل سوار اپنے ہیلمٹ کی پٹاری سے اپنا سر نکال کر ایک خوشگوار قسم کی راحت محسوس کرتا ہے جو یقیناً پہلے کبھی میسر نہ تھی۔ ہیلمٹ کا پہننا ''پرچیز'' کرنا اور پہرہ دینا بہت مشکل کام ہے۔ قبل ازیں موٹر سائیکل کے کاغذات سنبھالنا بھی ایک عذاب سے کم نہ تھا اب یہ ایک اور سر کو تلے رکھنے والا آگیا ہے۔ اگر آپ نماز کے لئے مسجد جاتے ہیں تو جوتے کے ساتھ اس کے چوری ہونے کا خدشہ بھی رہتا ہے جس کے باعث نماز کی بجائے خود موٹر سائیکل سوار بھی

’’ قائم‘‘ رہتا ہے۔ بلکہ مولوی صاحب سب سے پہلے اس نمازی سے پوچھتے ہیں کہ یہ ہیلمٹ آپکا ہے؟ اگر آپ کہیں کے جی ہاں! تو وہ کہیں گے کہ’’ تو پھر ذرا قائم ہو کے‘‘ نماز پڑھئے گا .... قانون بنانا حکومت کا کام لیکن اس پر عمل درآمد کو یقینی بنانا عوام اور انتظامیہ کے فرائض میں شامل ہوتا ہے ورنہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے عوام کی سہولت کی خاطر آپ کسی ٹریفک کے نظام کو یا سڑک کو ٹھیک کرنے کی بجائے ہر اگلے کلومیٹر پر ایک جدید ہسپتال بنا دیں۔

مورت رکھ دینے سے کیا مندر بن جاتا ہے

یونہی پڑا رہنے سے شیشہ پتھر بن جاتا ہے

علم بھی ایک ہلمٹ ہے جو قوموں کو زندگی کو طوالت بخشتا ہے کسی بھی قوم کو علم کا ہیلمٹ پہننا کبھی نہیں بھولنا چاہئے کیونکہ دشمن ہمارے چالان کی تاک میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔۔۔

☆.....☆.....☆

حیوان

ارسطو یہ کہہ بیٹھا تھا کہ "انسان قدرتی طور پر ایک سیاسی حیوان ہے" کیا معلوم اس نے یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی تھی یا نہیں اگر وہ موہن جی کو دیکھ لیتا تو اس کا یقین راسخ ہو جاتا اور وہ ساتھ یہ گرہ لگانے سے بھی گریز نہ کرتا کہ انسان ایک سیاسی حیوان ہے...شرط لگالو......
ویسے حیوان اسی کا ہوتا ہے جس کے ہاتھ لاٹھی ہو اور وہ اس کو ہانک کر کہیں سے کہیں لے جا سکتا ہے۔ وہ اپنی لاٹھی سے جمہوری و سیاسی عمل جام کر سکتا ہے کوئی بھی لاٹھی والا کسی سیاسی حیوان کو زہر پلا سکتا ہے اور کسی کو موت کا جام پلا کر زہر کا خرچہ بھی بچا لیتا ہے اور "حیوانیت" سے بھی بچ جاتا ہے...

ارسطو یقیناً بابائے سیاست ہے جانے کیوں اس نے یہ بیان دے کر کسر نفسی سے کام لیا ہے حالانکہ سیاست کا اہم عنصر فراست ہے اور فراست حیوان سے اتنی دور ہوتی ہے جتنی ذرافے کے دانتوں سے دُم.....ذرافہ اپنے دانتوں سے دم کھجا سکتا ہے اور نہ کر سکتا ہے اپنی دُم سے دانتوں کی صفائی ۔۔۔بلکہ اس عمل میں ذرا بے اعتنائی سے اسے اپنی دُم سے ہاتھ دھونے پڑ سکتے ہیں۔ لگتا ہے قدرت نے ذرافے کے جسم میں ٹانگیں ٹھونک دی ہے جن سے وہ جنگلی "ذرافت" پر مجبور ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی "سربلندی" کے لئے کوشاں رہتا ہے اور لمبی گردن کے توسط سے جنگل کے تمام جانوروں کے سیاسی مستقبل پر نظر رکھتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ سیاست میں صرف طائرانہ نظر ڈالنے سے کام نہیں چلتا کیونکہ کچھ ایسے ہی سربلند جانور اونٹ اور شتر مرغ بھی اس کے ہم رکاب ہوتے ہیں۔ کسی طائر کے لئے نظر رکھنا کون سا آسان کام ہے کیونکہ اس کام کے لئے

سیاسی شعور کی طائرانہ نظر چاہئے عقاب کو اپنا شکار دور سے ہی نظر آ جاتا ہے لیکن جال پر نظر ''نظر بندی'' کے بعد پڑتی ہے....اوہ ہو! اس کا مطلب یہ ہوا کہ عقاب کی آنکھیں غزالی نہیں لا ابالی ہوتی ہیں۔

ارسطو کی سیاسی حیوان والی بات سے آج تک کسی مفکر نے اختلاف نہیں کیا کیونکہ سیاست میں اختلافات سے غیر سیاسی آفات کا خطرہ رہتا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر حیوان میں اپنی اپنی خوبیاں موجود ہوتی ہیں مثلاً حیوان تھکتا ہے اور نہ مایوس ہوتا ہے مگر ایک آدھ لومڑی پورے جنگل کو بدنام بھی کیے رکھتی ہے۔ہاتھی ہی کو لے لیں وہ اپنے سامنے پڑے غلے کے ڈھیر کو دیکھ کر کبھی مایوس نہیں ہوتا اور نہ ہی کھاتے کھاتے تھکتا ہے بلکہ اسے کھا کر ہی دَم لیتا ہے.... تا دَم...اس کے پاس ابھی کافی دَم محفوظ ہوتے ہیں اس لئے ہاتھی میں اپنی زندگی بچانے اور اگلے کی گنوانے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے۔جانوروں میں ایک اور قابل ستائش خوبی یہ ہوتی ہے کہ جانور ذات پات سے عاری ہوتے ہیں آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا... ہاتھی بٹ...ذرافہ جٹ...یا کچھوا کاہلوں اور خرگوش خٹک...حالانکہ سارے جانور چٹ پٹا کھانا کھانے کی بجائے سادہ اور ''جٹ بٹا'' کھانا پسند کرتے ہیں۔

ہاتھی کی ٹکر ہاتھی ہی برداشت کرسکتا ہے کیونکہ یہ ٹکر سیاسی نہیں اساسی ہوتی ہے اگر یہ کسی کو صرف لات رسید کردے تو رسید کے ساتھ شدید کا نشان بھی فری دیتا ہے اور کسی کی زندگی کا حساب بڑی بے باکی سے بے باک کردیتا ہے۔ہاتھی کے ہاتھ کہاں ہوتے مگر خوراک کو آڑھے ہاتھوں لیتا ہے اس لئے اس کی قبر کھودنے والا کئی دن تک ہاتھ پر ہاتھ نہیں دھر سکتا۔اگر کوئی تخریب کار اُسے بھوک لگانے والے کیپسول کھلا دے تو چڑیا گھر کا دیوالیہ نکل سکتا ہے اور سوا لاکھ کا یہ ہاتھی اگر یہاں سے نکلنا بھی چاہے تو گیٹ میں اس کی دُم اٹک کر طوطا چشمی کرسکتی ہے۔اگر چڑیا گھر دیوالیہ ہو جائے تو خالی پنجروں پر To let لکھنے کا یا انہیں پرائیویٹائز کرنے کا کیا فائدہ؟

پچھلے دنوں ارسطو کی کوٹیشن کا عملی مظاہرہ دیکھنے چڑیا گھر جانے کا اتفاق ہوا وہاں آدھے پنجرے

''خطرے'' سے بھی خالی تھے صرف وہاں کے ملازمین ہی نے ہمیں تھوڑا بہت لطف اندوز کیا یا وہاں پر موجود سول جنگلی حیات نے۔

ایک پنجرے کے قریب میاں بیوی کسی بات پر الجھ رہے تھے قریب سے آواز آئی جانے دیں بندر آپ کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ یہاں آ کر محسوس ہوا کہ آزادی سے اچھی نعمت کوئی نہیں قید سے تنگی کہیں نہیں ہوتی غور فرمائیں شیر کو ''چڑیا'' گھر میں قید ہونا پڑتا ہے اور چڑیا آزاد پھر رہی ہوتی ہے...فاتح کی قید میں غربت ہی غربت ہے اور غریب اپنے روزمرہ مسائل کے ہاتھوں ''روز مرا'' دکھائی دیتا ہے۔

جانوروں کی اپنی دنیا ہے اونٹ گدھے کی طرح وزن اٹھا سکتا ہے اور ذرافہ گدھے کے وزن سے زیادہ اپنی گردن کا...اونٹ اور کشتی میں ایک چیز مشترک ہے کہ دونوں کو دوران سفر راستے ہی میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔ کشتی اگر خراب ہو جائے تو اسے دریا برد نہیں کیا جا سکتا اس ٹھیک ہی کرنا ہوتا ہے اسی طرح اگر راستے میں اونٹ بیمار ہو جائے تو اس کی صحت مندی یا تدفین تک رکنا پڑتا ہے بلکہ اونٹ یہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اس کا سوار کس کروٹ بیٹھتا ہے۔...

بیٹھنے سے یاد آیا کسی مسئلے کے حل کے لئے بھی کمیٹی بٹھا دی جاتی ہے جو اونٹ کو کسی بھی کروٹ نہیں بھاتی۔ ایک مفکر کے نزدیک کمیٹی ایک غیر ممکن کام کے لئے غیر مناسب اور غیر ارادہ عناصر کا مجموعہ ہوتا ہے جو کہ غیر مناسب اوقات میں ترتیب دی جاتی ہے...لہذا کسی نیک کام کے لئے بٹھائی گئی کمیٹی کا فیصلہ بھی بڑا معنی خیز ہوتا ہوتا ہے۔

ایک مشترکہ امور کی کمیٹی نے یہ فیصلہ دیا اونٹ تو گھوڑا تھا نام غلط رکھ دیا گیا...ایک اونٹ سے کسی نے بڑا پیچیدہ سوال کیا تھا ''اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی'' تو اس نے سیدھا سا ڈپلومیٹک جواب دیا ''کل'' آنا...

ارسطو نے اپنی کتاب پالیٹکس میں حیوان کا ذکر تو کر دیا لیکن اس کی جنس بیان نہیں کی شاید یہ بھی اس کی سیاسی چال ہو سکتی ہے اسی کتاب میں اس نے کہا کہ انسان جسم کا نام نہیں دماغ کا نام

ہے۔فرینکلین کہتا ہے انسان اوزار بنانے والا جانور ہے۔اگر کسی انسان کے ہاتھ میں اوزار دے دیا جائے تو وہ حیوان سے زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے اگر یہ اوزار سیاسی ہو تو سیاست بھی حیوانی ہو سکتی ہے...اور حیوانی سیاست کی خوراک کیا ہے؟اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے مگر یہ ایک ''بوفے سسٹم''ضرور ہے...

ایک اور مفکر کہتا ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کیا کھاتے ہیں پھر میں آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کیا ہیں...اگر کوئی اسے یہ کہے میں صرف دماغ کھاتا ہوں اور مفکر کو نئی فکر لگ سکتی ہے۔

ارسطو کی ملی جلی باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ایک مضبوط جسم کے اندر ایک صحت مند دماغ اسے اچھا سیاست دان بنا سکتا ہے بشرطِ اس پر مطالعہ کی مالش مسلسل ہوتی رہے...ویسے سیاست دان ایک خاص قسم کا انسان نہیں ہوتا لیکن ہر انسان ایک خاص قسم کا سیاست دان ضرور ہوتا ہے۔

ایک غیر سنجیدہ سیاست دان میں خون تو ہوتا ہے مگر اس میں ہیموگلوبن کم ہوتا ہے۔جس کی کمی وہ اپنے خلوص سے دور کر سکتا ہے ورنہ وہ سیاست دان سے سیاست دام بن سکتا ہے۔

ارسطو کے اس بیان کی قدر کرتے ہوئے سیاست دان کبھی چڑیا گھر نہیں جاتا خصوصا بیوی کے ساتھ۔سیاست مہذب لوگوں کا کام ہونا چاہئے بلکہ سیاست بھی کچھ نہ کچھ مہذب بنا دیتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرکٹ کا کھیل بھی قوموں کو مہذب بنا دیتا ہے میری افغانستان کے صدر سے درخواست ہے کہ کم از کم اپنی کابینہ کو کرکٹ۔۔۔

سٹالن ماؤزے تنگ کو کیمونزم کے بارے میں درس دے رہا تھا جس میں عوام کے ساتھ سیاسی برتاؤ کے شعبدے سکھائے جا رہے تھے،کہنے لگا کامریڈ تم بلی کو مرچ کھانے پر کیسے مجبور کر سکتے ہو؟ماؤ کہنے لگا دو طریقوں سے....جبراً یا پھر چھچھڑوں کے اندر بھر کر اسے کھانے پر مجبور کر دوں گا...نہیں نہیں سٹالن کہنے لگا یہ ہمارے ضابطوں کے خلاف ہے۔میں اس کی دم پر مرچیں گھسا دوں گا وہ چونک کر گھومنے لگے گی اور بالآخر کھانے پر مجبور ہو گی...

آخر میں غزل کے چند اشعار

گزر گئے کئی سال قریباً
رنگت کھو گئے بال قریباً
نکلی کوئی فال قریباً
وہ جانے مرا حال قریباً
کوا ہنس کی چال چلا تھا
اپنی بھولا چال قریباً
کیا جو تیری گال سے سودا
دامن بھر کے لعل قریباً

☆.....☆.....☆

علاج ''بالمسل''

حکیم ہو یا حسین ہواور یا حوالدار ہوان سب کا اپنا اپنا طریقہ' علاج ہوتا ہے۔حکیم ''جعلی نوس'' اگر ڈاکٹر کے پاس بیٹھا ہوتو اس کی اپنی طب مشکوک ہو جاتی ہے۔یہ ڈاکٹر کسی وجہ سے حکیم کے پاس بیٹھا ہوتو صحت کے ساتھ ساتھ اس کی پریکٹس بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔بدقسمتی یہ دونوں حوالدار کے پاس بیٹھے ہوں تو دونوں کا کردار بھی مشکوک ہو جاتا ہے اور اگر حوالدار کسی ہڈی جوڑ پہلوان کے پاس بیٹھا ہوا تو اس کا مستقبل بھی مشکوک ہو جاتا ہے اور اگر یہ چاروں کسی حسین صورت کے پاس بیٹھے ہوں تو سب کے سب مشکوک ہو جاتے ہیں اور حسین کو چاہئے کو وہ ان سب ''معالجین'' سے بچار ہے تا کہ کسی کو کوئی شک نہ رہے۔

ایک فرانسیسی مفکر حسینوں کے بارے میں کہتا ہے کہ دنیا کی خوبصورت چیزیں شاید ہی کسی کو فائدہ دیتی ہوں یا کام آتی ہوں۔للی کے پھول کو ہی لے لیں نہ کھانے کے کام آتا ہے نہ کوٹ پر لگانے کے...اسی طرح مور کا گوشت کھا سکتے ہیں اور نہ اس کا انڈہ ...بس یہ میری نگوڑی بیوی ہی ہے جو میرے کام آتی ہے۔

مفکر کے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یورپ کے ''بٹ لر'' ہوں گے جو ہر چیز کا منورنجن چاہتے تھے اور اپنی نگوڑی کو چولہے پر چڑھائے رکھنا ہی چاہتے تھے۔

بہر کیف حکیم حسین اور حوالدار کا فیس اور معاوضہ لینے کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔آج کا زمانہ وہ نہیں کہ تھانیدار ڈاکٹر سے اپنڈیکس کے آپریشن کا کہے اور بعد میں اس کے صلے میں اسے سائیکل لے کر دینے کی پیشکش کرے یوں ڈاکٹر اپنڈیکس کے ساتھ اس کا ''محدود'' ٹارگٹڈ آپریشن

بھی کر سکتا ہے۔ایک ہڈی جوڑ نے ایک دواء اپنی بیوی کو لا کر دی اور کہا یہ تمہارے فائدے کے لئے ہے۔اس نے اسی وقت اسے استعمال کرنا چاہا۔اس نے فوراً اس سے چھینتے ہوئے کہا بھلے یہ تمہارے ہی لئے ہے لیکن اس کا استعمال میرے ہی ذمے ہے۔اس بھلی مانس نے اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے صرف یہ کہا کہ کیا ہومیو پیتھک کی کوئی نئی ٹکنیک آ چکی ہے...

احتجاج ...تاراج اور علاج کا آغاز بڑی دانشمندی مانگتا ہے اس میں ذرا سی کوتاہی سے ''افتتاحی'' عمل ہی دھرے کا دھرارہ جاتا ہے۔اگر بیماری طوالت اختیار کر لے تو بیمار لواحقین پر شک کرنے لگ جاتا ہے اور لواحقین علاج پر۔چنانچہ ایسا احتجاج شروع ہوتا ہے کہ ہسپتال کے تاراج پر بات موقوف ہو جاتی ہے۔کچھ بیماریاں ایسی ہیں کہ ان کا طریقہ علاج بیماری سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے یہاں بواسیر کا نام لئے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ اکثر دوائیوں کی بیماریوں سے زیادہ اشتہار بازی کی جاتی ہے۔جیسے دل معدہ جگر اور گردوں کے ڈاکٹر ہوتے ہیں اسی طرح جانوروں میں بھی ڈاکٹر آف مرغا، چیتا، ہاتھی اور سانپ ہوتے ہیں بلکہ سپیشلسٹ بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے اپنے طریقوں سے جانوروں کا علاج کرتے ہیں۔ویسے ہے تو یہ ''Laugh زنی'' لیکن جیسے ہر ملک اور خطے کی اپنی روایات ہوتی ہیں اسی طرح ہر ملک کی اپنی بیماریاں ہوتی ہیں۔جیسے گورے گیسٹرو کی بجائے فلو سے زیادہ مرتے ہیں اور دوسرے خطے کے لوگ لُو اور بھوک سے۔

ہمارے ہاں ضرورت ایجاد کی ماں ایسے ہے کہ جب برڈ فلو ہوتا ہے تو لوگ اسے کھانے کی بجائے لڑانا شروع کر دیتے ہیں اور کچھ مرغ مسلم بنانے کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں۔اسکول کے زمانے میں ایک دفعہ میں بڑی محنت سے مرغی پر مضمون لکھا تھا اور اس میں مجھے ''0'' نمبر ملا تھا یعنی انڈا...یہ تو گھر آ کر پتا چلا کے مضمون کا عنوان تھا ''میرا مرغا'' اس وقت سے آج تک مجھے چکن فیملی سے الرجی ہے حالانکہ مجھے مرغے کی آڑھ سے انڈہ ملا تھا۔

ہمارے ہاں جو دہشت گردی ہو رہی ہے اس کا علاج کسی تھانیدار یا ڈاکٹر کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی کوئی حسین صورت اس میں کوئی کردار ادا کر سکتا ہے۔جی ہاں!اس دہشت گردی

کا علاج اگر کوئی کر سکتا ہے تو وہ ہے...ایک ایسا...حکیم (داناء) جس کی سوچ حسین اور دلربا ہو اور وہ اسے جڑ سے اکھاڑ کر ایک ایسا معجون تیار کرے اور پھر اس معجون کو اپنی طاقت اور ''مسل'' کے زور پر دہشت گردوں ہی کو کھلا کر اس کا تریاق کرے...

☆.....☆.....☆

مٹی مصالحہ

کچھ عرصہ پہلے ایک دلچسپ خبر پر نظر پڑی تو خواہش پیدا ہوئی کہ اسے قارئین کے ساتھ شیئر کروں لیکن یادوں پر ایسی دھول پڑی کہ اسے بھول ہی گیا لیکن آج ایک پرانے لفافے سے خاک اڑائی تو اس میں سے چھوٹے سے کاغذ کا پرزہ نظر آیا اور پھر اس کی مٹی جھاڑی تو اس میں سے ایک خبر کے متعلق لکھا نوٹ مل گیا۔ میں اس شخص کو بھی جھاڑنا چاہ رہا تھا جس کی وجہ سے یہ لفافہ دھرارہ گیا لیکن کئی واقعات کی وجہ سے اپنے جذبات پر غلبہ ڈالنے کا بہت تجربہ ہو چکا ہے اور اپنے آپ کو جھاڑنا سب سے اچھا عمل ہے۔

جاپان ایک ایسا ملک ہے جس کا نام ذہن میں آتے ہی بلند معیار اشیاء کا نظروں کے سامنے آ جانا عام سی بات ہے اسی وجہ سے جاپان اپنا ربڑ، لکڑ اور لوہا سب منوا بیٹھا ہے۔ خبر ہے کہ جاپان میں ایک انوکھا ریستوران قائم ہوا ہے جس میں کھانوں کی ایسی ڈشیں پیش کی جائیں گی جو مٹی سے تیار ہوتی ہیں جبکہ ہمارے ہاں اب مٹی کی ہانڈی میں تیاری بھی مفقود ہو چکی ہے اگر یہ ہوٹل ہمارے ہاں ہوتا تو اسے مٹی کی ہٹی کہا جاتا۔ ٹوکیو کے علاقے گوٹانڈا میں ایک فرنچ ریسٹوران نے یہ خاک چھانی ہے جسے ابھی تک کسی دشت کی خاک چھاننے والے نے ٹوکا بھی نہیں۔ آپ سمجھ رہے ہونگے کہ یہ ڈش مٹی کے مول دستیاب ہوگی حالانکہ اس کی قیمت صرف ایک سو دس ڈالر فی ڈش ہے بات صرف کھانوں تک ہی محدود نہیں آپ اپنی مرضی کا آڈر دے کر مٹی کا سوپ، پکوڑے سویاں، کڑھی اور بڑیاں بھی تیار کروا سکتے ہیں اور اپنے مخالف کو بڑے صحت منداور اخلاقی انداز میں مٹی چٹوا سکتے ہیں۔

ان کھانوں کی اجزائے ترکیبی میں مٹی پاؤ کی بجائے پاؤ بھر مٹی استعمال ہوتی ہے

...ہوٹل کا شیف بھی بڑی ''شئے یف'' معلوم ہوتا ہے جو بظاہر مٹی کا مادھو ہے اور اس کے ہاتھ کی بنی مٹی کی آئس کریم منہ سے اترتی ہی نہیں چنانچہ اس نے ٹاؤن کے بقیہ ڈھابوں کی مٹی پلید کر کے مٹی سے ذائقوں کا خزانہ بھی ظاہر کر دیا ہے۔

مزید برآں اگر آپ کو کسی بھی ملک کی مٹی سے محبت ہے یا آپ ریستوراں میں بیٹھے کسی ملک کی خاک چھاننا چاہتے ہیں تو آپ اپنے آڈر میں اس ملک کی مٹی کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔قرین القیاس یہی ہے اب جاپان اپنے لوہے کے ساتھ ساتھ مٹی منوانے کے چکر میں بھی پڑ گیا ہے کیونکہ وہاں کی ڈشوں نے ایک ایسی انگڑائی لی ہے کہ ریستوران کی باقی ڈشیں چل بسی ہیں اور اندیشہ ہے کہ اسی ٹاؤن میں ہی انہیں آسودۂ خاک ہونا پڑے گا اور شاید اس باورچی کے ہنر کی وجہ سے محسوس ہوتا ہے کہ خاکم بدہن والا فقرہ بھی جلد دم توڑ دے۔اس میں شک نہیں کہ دنیا کے ہر کھانے کا ماخذ مٹی ہی ہے حتیٰ کہ پانی بھی مٹی کے آس پاس ہی ملتا ہے جس کا ایک اپنا وجود ہے۔مٹی سے ہی تمام انواع وقوع پزیر ہوتے ہیں۔اس میں شک نہیں کہ مٹی کی ایک اپنی خوشبو اور تاثیر ہے اس سے عطر بھی تیار ہوتے ہیں اور اس کی ہانڈی میں پکوان ذائقہ کی گارنٹی ہے شروع میں باورچی کو اپنی ڈش کے لئے گاہکوں کا باور کرانا خاک آلودہ ہونے کے مترادف تھا لیکن اسے زیادہ خاک چھاننا نہیں پڑی اور اسے مٹی میں ہاتھ ڈالتے ہی سونا ملنا شروع ہو گیا اور اس نے جاپان کی مٹی کو بھی برباد ہونے سے بچالیا ہے۔بظاہر اس ریستوران میں بیٹھ کر مرغ کی ایک ٹانگ اور دال میں کالا کی بحث نہیں چھڑتی ....مگر دوسری طرف ایک سو دس ڈالر کی ڈش کھانے والیاں باورچی کی آنکھوں میں دھول بھی نہیں جھونک سکتیں بلکہ ہر miss مصرعہ کہنے سے بھی گریز نہیں کرے گی کہ ''خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں''...

اس ڈش کے زیادہ شوقینوں کو یہ سمجھانا ضروری ہوگا کہ اس کا خیال رکھنا اور اسے دوسرے مٹی سے بچا کر رکھنا...اور جاپان جا کر اگر کوئی آپ سے مٹی کھانے کی شرط لگائے تو اس سے بچ کر رہئے کیونکہ تیراک، چالاک اور خوش خوراک کا چیلنج سوچ سمجھ کر قبول کرنا چاہئے...

اگر کسی وجہ سے بجائے تیل کے... مٹی کے تیل میں تیار کی گئی ڈش گاہک کو پسند نہ آئے اور بات ہاتھا پائی تک پہنچے تو ریستوران کا مالک بڑی شجاعت سے شیف اور گاہک کو سامنے بٹھا کر معاملے پر مٹی ڈالنے کا درس بھی دے سکتا ہے کیونکہ وہ پہلے ہی مٹی کو ہاتھ ڈال کر سونا کر رہا ہوتا ہے۔ مٹی کے کھانے کی ڈش کے ساتھ 110 ڈالر کی قیمت مزید حیرت انگیز ہے اور اسے صرف عاشق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ وقار مجروح چونکہ نسوار بھی رکھتا ہے اوپر سے اس کا سوال بھی کیچڑ سا محسوس ہوا کرتا ہے اور اس کا جواب دے کر اپنے ہی اوپر چھینٹے پڑوانا ہوتے ہیں سوال یہ تھا کہ کیا وہاں مٹی کی نسوار مل جاتی ہے... آخر میں اسی موضوع پر اپنی ایک غزل حاضر خدمت ہے۔

نمرود کی مٹی ہو کہ ہامان کی مٹی
مٹی میں ملی دیکھی ہے سلطان کی مٹی
اس دور میں اڑتی ہوئی دیکھی ہے ہوا میں
وہ علم کی مٹی ہو کہ عرفان کی مٹی
عاصی کی تو مٹی ہے فقط عام سی مٹی
ہوتی ہے شہیدوں کی بڑی شان کی مٹی
جب قبر میں جاتی ہے تو ہو جاتی ہے برابر
عاقل کی ہو مٹی کہ ہو نادان کی مٹی
وہ خوب ہے مٹی جو ہو زرخیز بھی احمدؔ
وہ کوہ کی مٹی ہو کہ میدان کی مٹی

☆.....☆.....☆

گاندھی اور ساہیوال

اکتیس درجے طول بلد اور سمندر سے ساڑھے پانچ سو فٹ کی بلندی پر واقع ساہیوال شہر کا نام منٹگمری ہوا کرتا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس کا نام ساہیوال رکھنے کی کسے جلدی تھی اگر اس کا نام منٹگمری ہی رہتا تو دنیا اس کے شہریوں کو امریکی ہی سمجھتی کیونکہ امریکا کے ایک شہر کا نام بھی منٹگمری ہی ہے مگر پھر بھی ساہیوالی کسی امریکی سے کم نہیں ہیں وہ دلوں پر قبضے کرنا اور بم گرانا دونوں کام احسن طریقے سے انجام دینے کے ماہر ہیں۔اس شہر کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ جنگ آزادی کا پہلا شہید رائے احمد کھرل بھی ساہیوال ہی سے تعلق رکھتا تھا۔عام طور پر دنیا کے باقی ملکوں میں پہلے شہر بسایا جاتا ہے اور اگر اس شہر میں جرائم بڑھ جائیں تو پھر وہاں تھانے اور جیلیں تعمیر کی جاتی ہیں۔مگر ساہیوال واحد شہر ہے جس میں سب سے پہلے سرکاری جیل تعمیر کی گئی جس کا شمار برصغیر کی اولین جیلوں میں بھی ہوتا ہے۔ تحصیل ساہیوال میں دوسرے شہروں کی نسبت جرائم کافی کم ہیں لیکن پھر بھی تھانوں میں میلے کا سماں جاری رہتا ہے رات کے پچھلے پہر صلح ناموں پر دستخط ہو رہے ہوتے ہیں یوں امن کا چمن بھی قائم رہتا ہے اور چمن باغ بھی...

اس شہر کا ریلوے پلیٹ فارم کا شمار برصغیر کے لمبے ترین پلیٹ فارموں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ واحد پلیٹ فارم ہے جو قوم کو ایک جگہ اکٹھا کرنے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے،اور یہ واحد شہر بھی ہے جہاں ایمان اتحاد تنظیم کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ یہاں پر ''فرشتے'' لوکل میڈ اور چائنا دونوں مل جاتے ہیں۔لوکل لیڈران اس شہر کے لیے

اپنی بساط سے زیادہ محنت کرتے ہیں گویا وہ دامے رامے دمے سخنے ہر اعتبار پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہیں یوں وہ کسی سارنگی نواز سے بھی زیادہ مصروف نظر آتے ہیں جمہوریت پسند ہیں اس لئے ایک پارٹی سے دوسری میں لوٹنا ایک عام سی لوٹنی کہلاتی ہے اور جب وہ ایک پارٹی کو چھوڑ کر دوسری میں کامران ہوتے ہیں تو عوام انہیں ''شکور'' کی نگاہ سے دیکھتی ہے چنانچہ ان کے بارے میں ''رائے'' دینا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اس شہر کو بہت سے بےلوث لوگ بھی میسر ہیں۔

میری اس شہر سے بہت محبت اور وابستگی ہے۔ میرے پردادا شیخ غلام قادر احمد محکمہ انہار کے ایک اعلیٰ افسر کی حیثیت سے اس وقت منٹگمری میں تشریف لائے جب یہاں پر نہر لوئر باری دو آب L.B.D.C کو نکالنا مقصود تھا۔ اس شہر کا ماسٹر میپ بھی انہوں نے ہی تیار کیا تھا۔ اب یہ نہر اس ملک کا حسن ہے۔ اے حسنِ بے پروا تجھے شبنم کہوں شعلہ کہوں

میرے دادا اور مرشد حضرت سلطان احمد حسن صابری نے ایک مذہبی فرض کی ادائیگی کے لیے چالیس سال سے زائد اس شہر سے اپنا قدم مبارک باہر نہیں نکالا جو کہ میرے خیال میں تزکیۂ نفس کی ایک اعلیٰ مثال ہے حالانکہ انہیں کئی دفعہ دوسرے شہروں میں سفر کی اشد ضرورت محسوس بھی ہوئی۔

''پتنگ آمد بجنگ آمد'' ساہیوال میں بھی دو تین عشروں سے بسنت کی جنگی کارروائیاں جاری رہیں۔ پتنگ کی خاطر جان دینے والے یہاں بھی موجود ہیں...

ساہیوال کے شہری مجبوراً پڑھے لکھے ہیں کیونکہ ساہیوال میں انڈسٹری نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے سفید پوشی یہاں کے باسیوں کا مقدر ہے۔ سفید پوش اکثر سیاہ لباس میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے رہتے ہیں حالانکہ اس شہر میں ڈیڑھ سو سے زیادہ سرکاری درسگاہیں ہیں لیکن بے روزگاری کی آماجگاہیں اس سے بھی زیادہ نظر آتی ہیں۔ گزشتہ دنوں میں ساہیوال میں ہی

تھا اس شہر کی چمک دھمک کو نا جانے کس کی نظر لگ چکی ہے جس کی وجہ سے اس کی سرسبزی اور صفائی ستھرائی ڈھیر ہو چکی ہے جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر اور دھول مٹی......

اس شہر کو دیکھ کر مہاتما گاندھی کی یاد تازہ ہو گئی جس "ننگے فقیر" کے سیاہی مائل جسم سے بکری کی بو اور اس پر معمولی لبادہ اور وہ بھی گیرو رنگ کا...شاید اسی لئے یہاں ایک گاندھی چوک بھی ہے لیکن اب کئی موقع پرست اس کچے "گاندھی" کی لنگوٹی اُتارنے کے بھی درپے ہیں۔

جیسے ہی ساہیوال کی لام ختم ہوتی ہے لاہور کا خطہ شروع ہو جاتا ہے یہ "حدود" کی وجہ سے نہیں شاید "ٹھوکر" کے باعث ہے۔ جی ٹی روڈ سے اگر لاہور کی طرف سفر کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گلی محلوں سے گزر کر آپ لاہور آ گئے ہیں۔

لاہور اور ساہیوال کے عوام کی شیپ، shape اور شرافت میں خاص فرق نہیں ہے۔ خدا ساہیوال کے پڑھے لکھے شہریوں کی میٹرک کی سند کو نظر بد سے بچائے۔

ساہیوال کے لیڈروں نے ساہیوال کو کبھی پیرس اور کبھی راجڈیل بنانے کے بھی نعرے لگائے ہیں لیکن وہ تمام کے تمام اس عمل میں کبھی کامیاب نظر نہیں آئے لیکن اب ساہیوال کو بتدریج وینس بنانے کا بیڑا اُٹھایا گیا ہے۔ بس قدرت مدد فرمائے اور بارش کی دیر ہوتی ہے۔ ویسے اس شہر کو بتدریج وینس بنانے کی پہلی منزل بڑی آسانی سے حاصل کر لی گئی ہے ظاہر ہے کہ شہر کے گٹروں کا پانی کس مرض کی دوا ہے اور یہ رات دن ضائع ہی ہو رہا تھا۔ اب پانی کے اس زیاں کو روکنے کے لیے اور اس کی "آفزودگی" کی خاطر اسے تجرباتی طور (coldtest) پر سڑکوں پہ چھوڑ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے دل ٹوٹ سڑکوں نے شہر چھوڑ تحریک شروع کر دی ہے...... حالانکہ اگر وہ سرکاری نل کا پانی چھوڑ دیتے تو وہ بھی اتنی ہی زرخیزی دکھاتا لیکن اس کا مرحلہ شاید آگے آئے گا جب یہ شہر لبالب یعنی HIgh Neck تک بھر جائے گا اور اُسی

دوران شہریوں میں نیکریں اور کشتیاں تقسیم کرنے کا اُصولی فیصلہ کیا جائے گا۔ میرے خیال میں شہریوں نے اقبال کے اس شعر کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے جس میں ''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' والا مصرعہ یاد آتا ہے......خوش قسمتی سے اس شہر کی خاک کی اُڑان شاہین سے بھی اونچی ہے میرے خیال میں نیل آرم سٹرونگ چاند سے جو مٹی لائے تھے اگر اس کا تجربہ کیا جائے تو چاند کی مٹی میں سے ساہیوال کی مٹی ضرور نکالی جاسکتی ہے بشرطیکہ سائنسدان راجپوت ہو۔

منیر نیازی نے ایک موقع پر شاید اسی شہر کے بارے میں کہا تھا۔

اس شہر سنگ دل کو جلا دینا چاہیے
پھر اس کی راکھ کو بھی اُڑا دینا چاہیے

شکر ہے منیر نیازی مسلمان تھے ورنہ وہ اس راکھ کو گنگا میں بہانے کی نصیحت یا وصیت کرتے۔ یہ شہر کسی زمانے میں صفائی میں بھی بہت یکتا ہوا کرتا تھا لیکن آج کل سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے انسان مریخ پر جانے کے خواب دیکھ رہا ہے اور تو اور امریکی چوہے بھی مریخ پر جانے کو تیار ہیں اس تیز ترین سائنسی دور میں صفائی کی کس کو فرصت ہے کوئی خود کرے یا کسی سے کروائے، آج کل تو کسی فلمی سین کے لیے کیمرے کی صفائی بھی ''جمعدار'' ہی کرتا ہے۔ محدود وسائل کی وجہ سے اس شہر کے لیڈران کے لب پر اسی شہر کے ایک معروف شاعر ریاض نغمی مرحوم کا ایک شعر ہی آیا کرتا ہے کہ۔

ستارے توڑ کے لاؤں کہاں سے تیرے لیے
میں خود پہ بوجھ ہوں بھیگے ہوئے پروں کی طرح

اس شہر کا اب کوئی پرسان حال نظر آتا ہے اور نہ ہی پرسان مستقبل۔ چھوٹے موٹے تعلیمی اداروں کی اکثریت کے باوجود اعلیٰ تعلیم کے لیے یہاں پر کوئی یونیورسٹی دستیاب

نہیں حالانکہ گورنمنٹ کالج ساہیوال جیسا وسیع اور خوبصورت کالج پاکستان کے عظیم اثاثوں میں سے ہے لیکن اسے ابھی تک مکمل یونیورسٹی نہیں بنایا جا سکا ہے یعنی اس ''بس'' کو صرف ائیر کنڈیشن کرنے کی ضرورت ہے اگر ایسا ہو جائے تو ساہیوال کے قرب و جوار کی تقریباً پچیس لاکھ آبادی کو اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک قریبی یونیورسٹی میسر آ سکتی ہے اور اسی آبادی کے لیے ایک درمیانے درجے کی ائیر پورٹ کی کمی بھی ہمیشہ محسوس کی جاتی ہے جس کو اگر مستقبل قریب کو مدنظر رکھ کر پلان کر دیا جائے تو شہریوں کو ایک جدید سہولت میسر آ سکتی ہے۔ اس شہر کو مذہبی، علمی اور ادبی فضا ہمیشہ ہی سے معطر رہی ہے اس شہر نے بہت سے عظیم دانشور، استاد اور ادیب پیدا کیے ہیں ان سے اگر میں اپنے استاد محترم جناب ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم (مرحوم) کا نام نہ لوں میری آج کی تحریر ہی بیکار ہو جائے گی ان کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد آج بھی اپنے علمی اور ادبی میدانوں میں اپنی مثال آپ ہیں ان میں محترم اطہر ندیم مرحوم، سجاد میر اور طارق عزیز کے نام قابل ذکر ہیں۔

☆.....☆.....☆

کس کی مانوں؟

کہتے ہیں سچ ابھی تسمے باندھ رہا ہوتا ہے اور جھوٹ ساری دنیا کا چکر لگا لیتا ہے۔تحریر ہو تحقیق ہو یا تکلم ہو اس پر اپنی مرضی کا کا لبادہ اوڑایا جا سکتا ہے یعنی جھوٹ اور سچ کا ’’ میچنگ کنٹراسٹ‘‘ بھی.....

ایک تحقیق کے مطابق یورپی عورتیں اپنی عمر کے ساتھ ساتھ جوتے کا نمبر بھی چھپانے کی یکساں عادی ہوتی ہیں اگر عمر کے بارے میں نواسی اپنی نواسی سالہ نانی سے دریافت کرے تو اس کو کچھ مختلف جواب نہیں ملے گا۔دراصل اگر آپ کی شخصیت ’’شہد‘‘ کی مانند ہے تو عمر یا گزرے لمحات آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ کئی اشیاء وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قیمتی ہو جاتی ہیں۔

اگر اس تحقیق کا دائرہ بڑھتا چلا گیا تو کچھ ایسے حقائق بھی سامنے آ سکتے ہیں لیکن اگر عمر یا جوتے کا نمبر کسی راز کی صورت انہیں دے دیا جائے تو ہو سکتا ہے یہ تحقیق ملیا میٹ ہو جائے۔کہا جاتا ہے کہ پرانے دوست اور پرانے جوتے دونوں بڑے نرم ہوتے ہیں یعنی ایک دل کے لئے ایک پیروں کے لئے ۔ یورپ کی اکثر عورتیں بڑے قد کاٹھ کی مالک ہوتی ہیں اسی بنا پر اپنے ’’مالک‘‘ پر حکمرانی کرنا ان کے لئے مشکل نہیں ہوتا کیونکہ جسمانی طاقت کا کچھ نہ کچھ غلبہ تو ضرور ہوتا ہے اور ظاہر ہے جسمانی صحت اور قد کاٹھ کا کچھ روپ پیروں پر بھی آ جاتا ہے چنانچہ پیر اپنے پیروں پر نہیں رہتے اور ان کے لئے خریدے گئے بڑے سائز کے جوتے بھی جوتے نہیں رہتے جسے خاوند سیدھا کرتے تھک سا جاتا ہے اور کئی خاوند اتنے سیدھے ہوتے ہیں کہ انہیں جوتے سیدھے کرتے ہوئے بھی ان کے نمبر اور کمپنی سے کوئی غرض نہیں ہوتی...

یورپ کی عورتیں اپنے جوتوں کے نمبروں میں اس لئے بھی ڈنڈی مارتی ہیں تا کہ لڑکے

کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ اس کا واسطہ ایک ''مرد'' سے پڑ رہا ہے۔اگر انہیں اپنے جوتوں پر سے نمبر مٹانے کی مہارت نہیں ہے تو یہ ان عورتوں کا اپنا قصور ہے ورنہ ہمارے ہاں تو گاڑیوں کو چوری کر کے انجن کے نمبر اس مہارت سے بدل دیے جاتے ہیں کہ کمپنیاں اپنا سا منہ لیکر رہ جاتی ہیں بلکہ ہمارے ہاں عورتوں کو بوقت ضرورت اپنے جوتے کے نمبر میں ایک آدھ کا اضافہ کر کے للکارنا بھی پڑتا ہے یعنی اتاروں دس نمبر کا ؟؟؟

کہا جاتا ہے عورتوں کے پاس مردوں کو بیوقوف بنانے کے لئے عقل نہیں ہوتی لیکن مرد اپنے آپ کو بے وقوف ثابت کرنے کے لئے اپنی خصوصی عقل استعمال کرتے ہیں۔خانگی زندگی کوئی فزکس کا کلیہ بھی نہیں ہوتا کہ ساری دنیا میں ایک ہی طرح سے رائج ہو۔شادی کے وقت دلہا کے گلے میں نوٹوں کا ہار اس لئے ڈالا جاتا ہے کہ وہ کبھی ہار نہ مانے لیکن کیا کیا جائے سونے کا ہار نوٹوں کے ہار پر غالب آ کر رہتا ہے کیونکہ ہمارے نوٹ بھی Devalue ہونے میں دیر نہیں لگاتے۔

عمر بھی بڑی عجیب شئے ہے اس کے بارے میں کہنا کہ فلاں عمر اچھی ہوتی ہے اور فلاں بری بڑا مشکل سوال ہے عمر کے کسی بھی حصے کا دن بھاری یا بھرپور ہو سکتا ہے کبھی ایک سال صدی کا اور کبھی صدی سال کی ہو جاتی ہے۔مرد کے بارے میں کہاوت ہے کہ یہ اتنا بوڑھا ہوتا جتنا یہ محسوس کرتا ہے اور عورت اتنی جتنی نظر آتی ہے۔ایک مفکر کے بقول بڑھاپا محبت سے دور نہیں رکھ سکتا لیکن محبت کی وجہ سے کسی قدر بڑھاپے سے دور ضرور رہا جا سکتا ہے اس کا ایک اور آسان مطلب یہ ہے کہ عورت کے چہرے پر اور مرد کے دل پر موجود جھریاں اسے بوڑھا دکھاتی ہیں۔بے شک کسی کے حسن کی وجہ سے محبت میں گرفتار ہوا جا سکتا ہے لیکن بالآخر رہنا آپ کو ایک اچھے کردار کے ساتھ ہوتا ہے۔ایک اور مفکر کہتا ہے کہ میں بوڑھا پیدا ہوا تھا لیکن دن بدن میں جوان ہوتا رہا اب میں باسٹھ سال کا نوجوان ہوں شاید مرتے ہوئے اس نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ میں مردہ پیدا ہوا تھا اور اب میں اپنے اندر زندگی پیدا کر رہا ہوں۔

ایک جنگجو نے جنگ پر روانہ ہونے سے پہلے اپنی نوجوان بیوی کو گھر کے ایک کمرے میں بند کیا اور وہیں اس کی خوراک وغیرہ کا انتظام کر دیا اور اس کمرے کی چابی اپنے علاقے ایک بزرگ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا کہ وہ دوسرے شہر جنگ پر جا رہا ہے کچھ دنوں میں واپس آ جائے گا اور اس نے بیوی کے کھانے پینے کا انتظام بھی اس کمرے کے اندر ہی کر دیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ دس پندرہ دن بعد جا کر اس کا پتہ کر لے۔ دو دن بعد ہی وہ بزرگ ہانپتے ہانپتے اس کے لشکر کے پیچھے جا پہنچا اور اسے کہنے لگا جوان! تم غلطی سے مجھے کوئی دوسری چابی تھما آئے ہو...

اگاتھا کرسٹی کہتی ہے کہ آرکیالوجسٹ (پرانی عمارتوں کو مزید پرانا کرنے میں ماہر) بہترین خاوند ہوتا ہے کیونکہ جیسے جیسے اس کی بیوی بوڑھی ہوتی ہے وہ اس میں زیادہ دلچسپی لینے لگتا ہے ....آپ ہی فرمائیں میں کس کی مانوں؟

☆.....☆.....☆

باپ

ایک شخص نے کیا خوبصورت دعا مانگی ''یا خدایا مجھے ایسے ہی خوش کر دے جیسے کہ میرا باپ میرے پیدا ہونے پر خوش تھا''۔

گورے کہتے ہیں کہ باپ کی نصیحت سے زیادہ اس کا عمل اولاد پر اثر کرتا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اولاد میں والد کے کردار ہی کی چھاپ نظر آتی ہے۔ واسلد واحد رشتہ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں اپنے بچوں کو اپنے سے بڑے مرتبے پر اور ہر طاقت ور سے زیادہ طاقت ور اور ہر دنیاوی رتبے میں بڑا دیکھنا چاہتا ہے اور بچوں کے لئے یا ان کی قسمت کے بارے میں حسد جیسی چیز کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ یہ حقیقی محبت ہی ہوتی ہے جو انصاف کے کئی معاملات میں باپ کے ذاتی اصولوں میں بھی رکاوٹ بن جاتی ہے اس لئے باپ کا اپنی اولاد کے لئے عدل پر توازن قائم رکھنا کسی امتحان سے کم نہیں ہوتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کی دعا رعایا کے حق میں اور باپ کی دعا اولاد کے حق میں فوری قبول ہوتی ہے۔ اولاد کے لئے معمولی انسان بھی غیر معمولی باپ کا کردار ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد ترقی کرتے کرتے ساری دنیا بلکہ خود باپ کو بھی پیچھے چھوڑ دے اس لئے وہ نصیحت اور تدبر کا سہارا لیکر بچوں کو اپنی صحیح راہ متعین کرنے سے آگاہی دیتا رہتا ہے لیکن ایک دین دار باپ کی تربیت اولاد کو مادہ پرستی سے دور رکھنے کا درس دیا کرتی ہے۔ حضرت علیؑ نے اپنے فرزند حضرت امام حسنؑ کو نصیحت بھرا طویل خط لکھا اس کا ایک مختصر اقتباس حاضر خدمت ہے: ''فرزند جب میں نے دیکھا کہ عمر کے آخری حصے میں پہنچ گیا ہوں اور ضعف بڑھتا جاتا ہے تو یہ وصیت لکھنے میں جلدی کرنا پڑی۔ میں ڈرا کہ وصیت سے پہلے ہی کہیں مجھے موت نہ آجائے یا جسم کی طرح عقل بھی کمزور نہ پڑ جائے یا

دنیاوی فکریں تجھے نہ گھیر لیں اور تو سرکش گھوڑے کی طرح بے قابو ہو جائے کیونکہ نو عمروں کا دل خالی زمین کی طرح ہوتا ہے جو ہر بیج قبول کر لیتی ہے...تیرے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اور اس کی سلطنت اور حکومت کے آثار بھی دکھائی دیتے...وہ اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔وہ سب سے اول ہے اس کی کوئی ابتدا نہیں سب سے آخر ہے مگر اس کی کوئی انتہا نہیں...

فرزند تو آخرت کے لئے پیدا ہوا ہے نہ کہ دنیا کے لئے ،فنا کے لئے بنا ہے نہ کہ بقا کے لئے...خاموشی کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک آسان ہے مگر گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک مشکل ہے...

دنیا کے بارے میں فرمایا کہ ہر جانے والا واپس نہیں آیا...یہاں ہر کوشش کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا...کبھی قلت میں کثرت سے زیادہ برکت ہوتی ہے...کتنے اپنے ہیں جو غیروں سے زیادہ غیر ہیں اور کتنے غیر ہیں جو اپنوں سے زیادہ اپنے ہیں...نفس کی خواہشوں اور بد بختیوں میں ساجھا ہے...نہ ہر مانگنے والے کو ملتا ہے نہ ہر خود دار محروم رہتا ہے...ہر ذلت سے بچنا ہے چاہے وہ کتنی مرغوبات کی طرف لے جانے والی ہو...وہ دولت دولت نہیں جو ذلت سے حاصل ہو...اپنے کنبے کی عزت کرو وہ تمہارے بازو ہیں جن سے اُڑتے ہو، بنیاد ہیں جس پر ٹھہرتے ہو، ہاتھ ہیں جس سے لڑتے ہو"...

ماں کی اپنے بچوں سے وابستگی اور محبت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن باپ بھی کسی آزمائش میں پیچھے نہیں رہتا۔کسی بیمار بچے کے لئے اگر گردوں ،آنکھوں یا جگر کی ضرورت ہو تو باپ پورا جسم ہدیہ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے لیکن اولاد کی طرف سے بیمار باپ کو ایسی قربانی بھاری محسوس ہوا کرتی ہے۔

تاریخ میں درج ایک باپ کی مثال سنہری حروف سے درج ہے۔اصل نام محمد، لقب ظہیر الدین بابر اور فرغانہ ازبکستان میں 1483ء میں پیدا ہونے والا ظہیر الدین محمد بابر وسیع دل، دھرتی اور دانائی

کا بخوبی مالک تھا اور جسم کا بھی بہت مضبوط تھا۔ 1526 میں برصغیر میں داخل ہوتے وقت اس کی عمر لگ بھگ تینتالیس سال تھی اور 1530 میں صرف سنتالیس سال کی عمر میں ''رضائے الٰہی'' سے راہیء ملک عدم ہو گیا۔ اپنی چھوٹی عمر میں کئی جنگیں افغانستان میں لڑیں اور بھارت میں ابرہیم لودھی، رانا سانگا وغیرہ کی بھاری فوجوں سے مدمقابل ہوا۔ وہ صرف دس بارہ ہزار جنگوؤں کے ساتھ برصغیر میں داخل ہوا تھا اور کابل سے لیکر کشمیر اور کراچی سے لیکر سری لنکا اور بنگال کے ساحلوں تک حکومت بنالی لیکن صرف پونے چار سال کا دور حکومت اسے تاریخ میں امر کر گیا۔ اتنی بڑی سلطنت کا مالک ہونے کے باوجود ایک ایسا شفیق باپ تھا جس کی مثال شاید ہی تاریخ کے کسی صفحے پر مل پائے۔ اپنے بیٹے ہمایوں سے پیار کی مثال ایسے ہے کہ جب ہمایوں بیمار پڑا تو مملکت کے طول عرض سے تمام طبیب حاضر کر لئے گئے لیکن کوئی دواء کارگر ثابت نہ ہوسکی اور اس کے بعد روحانی علاج شروع کیے گئے۔ صدقات اور خیرات کا اہتمام اور ہزاروں جانور ذبح کرنے کے بعد جب بابر کو یہ مشورہ دیا گیا کہ اپنے تاج میں سجا ہیرا بھی خیرات کر دے تو بابر نے جلالی لہجے میں ان سے پوچھا کہ کیا ایک پتھر کی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت ہو سکتی ہے؟ پھر درخواست کی گئی کوئی اور پیاری چیز کا صدقہ۔۔۔بابر نے کہا جان سے قیمتی کیا چیز ہو سکتی ہے اور یہ کہتے ہی قران پاک منگوایا اور اسے اپنے سر پر رکھا۔ اپنے بیمار بیٹے کے بستر کے گرد سات چکر کاٹتے ہوئے یہ دعا کی کہ اے اللہ اگر میرے بیٹے کی زندگی ہے تو اسے صحت یاب کر دے یا پھر میری زندگی میرے بیٹے کو لگا دے۔ بابر کی زوجہ اور ہمایوں کی والدہ ماہم کو معلوم ہی نہ تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے وہ بیک وقت دنیا کی خوش قسمت اور بدقسمت خاتون بننے جا رہی تھی۔ اسی دوران بیٹے ہمایوں نے آنکھیں کھول لیں اور وہ صحت کے زینے پھلانگنے لگا۔ اور دوسری طرف دیکھتے دیکھتے بابر کی دعا قبول ہونے لگی مگر صحت گرنے لگی اور بابر اولاد کی محبت میں گھٹنے ٹیک کر موت کی آغوش میں چلا گیا۔ باپ کے لئے یہ بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب وہ اپنے کم سن بچوں کو مٹی اور خاک میں اَٹا دیکھے۔ ایک باپ جو ایک عرصہ اپنے بچوں کو اپنے پہلو سے جدا نہیں ہونے دیتا اور اسے اپنے

کندھوں پر سوار کر کے خوش ہوتا ہے اور اسی طرح نیک اولاد کے لئے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر سپردِ خاک کرنا بہت بڑا اور صبر آزما کام ہوتا ہے۔ 6 محرم کو میرے والد محترم علی احمد صابر ایک ماہ علیل رہنے کے بعد وصال فرما گئے اور ان کے وصال نے میرے وجود کے اندر گہرے نقش چھوڑے اور ایسے ہی محسوس ہوا کہ وہ اپنی بقیہ زندگی ہمیں عطیہ کر گئے ہیں اللہ ان کے درجات بلند فرمائے...

☆.....☆.....☆

نیند کے خواب

ہمارے لیڈروں کی نیند شاید اتنی زیر بحث نہیں آتی جتنے ان کے خوشحالی کے خواب ...اورخواب کے لیے نیند شرط ہے مگر نیند کے لیے آنکھوں کا کوئی سائز مشروط نہیں اور اسے بھینگا پن متاثر کرتا ہے اور نہ ہی نرگسی اور کرگسی آنکھیں...

ان قابل قدر حضرات میں ایک ایسے وزیراعلی بھی ہیں جن کے لیے نیند بھی اب ایک خواب بن کر رہ گئی ہے اور وہ خوابوں کی تلاش میں جاگتے رہتے ہیں۔ نتیجاً اس صوبے کے افسران کی نیندیں اُڑی رہتی ہیں اوران کے لئے خواب میں بھی نیند کے بارے میں سوچنا مشکل ہو جاتا ہے ...بلکہ اگر ان کو کبھی خواب آ بھی جائے تو اسے لیباٹری بھیج کر اس کی اصلیت معلوم کرنا ہوتی ہے کہ یہ خواب تھا یا تعبیر...

ملک کے دوسرے وزراء اعلی ان بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے صوبے کے کاموں میں اتنے مخمور رہتے ہیں کہ سوتے ہی نہیں لہذا انہیں خواب کہاں سے؟ یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے کاغذات میں دن رات ایک کیے ہیں لہذا خواب سے من چاہی تعبیر کیسے اخذ ہو؟ مگر دوسری جانب پنجاب کی غریب عوام کو اچھا خواب بھی کب میسر آتا ہے اور اگر کبھی کچی پکی نیند میں کچھ نظر آ بھی جائے تو اس کی جیب کٹی ہوتی ہے یا وہ کسی جوتے چور کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے۔ اگر خواب دیکھنے والا کوئی غریب جٹ ہو تو وہ پرولتاریوں کو معیشت کی مت دے رہا ہوتا ہے...اور وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہوئے ہڑبڑا یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ ''چھڈ دیو، تھانے دار صاحب مینوں تے چھڈ دیو' خواب میں اپنی جیب کٹوا کر الٹا پولیس کو اپنے ہی پیچھے لگوایا ہوتا ہے یہ تو اس غریب کی خوش قسمتی ہوتی ہے کہ وہ اسی بھاگ دوڑ میں اپنے ڈراؤنے خواب کو صبح تک بھولا

ہوتا ہے ورنہ شام سے پہلے اس کی علم الرویا سے بے خبر بیوی اس کے خواب کی تعبیر سنا کر کچھ دنوں کے لئے اسے چارپائی کی زینت بنا سکتی ہے پھر کہیں جا کر طبیب بڑی تشخیص کے بعد اس کی تعبیر کو تبخیر کا پیش خیمہ قرار دے کر داخل دفتر کر دیتا ہے ...

اگر یہ خواب میں کسی ساحل کے کنارے سن باتھ کر رہا ہو تو وہ ساتھ والے اجنبی کو اپنے خراٹوں سے ڈرا کر بے عزتی کروا رہا ہوتا ہے...اور اگر وہ سمندر میں نہا لے تو ''تعبیری'' نمونیہ کی شکایت لے کر ہی اٹھتا ہے...ٹوٹی چارپائی پر پڑے رہنے سے، محل میں سیر کرنے والا خواب اسے سب سے مہنگا پڑتا ہے مگر چارپائی پر پڑنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر اس کے سرہانے لیٹیں یا پائیتی، کمر درمیان ہی میں رہتی ہے اور خواب کی تعبیر بھی کچھ درمیان میں ہی اٹکی رہتی ہے...دریں اثناء اس کے ساتھ معمولی واقعہ رونما ہوتے ہی اس کی کمر کی مڈل سٹمپ اُڑ جاتی ہے...یہ بات بھی بعید القیاس نہیں کہ اگر بلی کو چھیچھڑوں کے سہانے خواب آتے ہیں تو لازم ہے کہ چھیچھڑوں کو بلی کے ڈراونے خواب بھی آتے ہوں گے...

بیوی نے میاں سے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ مجھے ہیرے کا سیٹ لے کر دے رہے ہو...میاں نے سنتے ہی کہا جو میں نے خواب دیکھا اس کے مطابق اس کا بل میرے سسر دے رہے تھے....میرے خیال میں ہمارے ہر وزیر اعلیٰ کا سب سے مشکل کام یہ ہے کہ انہیں تقریباً ہر روز تقریر کرنا پڑتی ہے اور اچھی تقریر ہی سیاست دان کے لئے راہ نجات ہوتی ہے ورنہ صوبوں کے مسائل کو حل کرنا باتوں کے علاوہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے آپ چند لوگوں کا منہ شکر سے تو بھر سکتے ہیں لیکن ہزاروں کا مٹی سے بھرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور ہر وزیر اعلیٰ کے لیے فن خطابت بہت ضروری ہوتی ہے اس لیے...

وزیر اعلیٰ کا خواب....کہیں نہ کہیں خطاب

ہمارے وقار مجروح کو بڑے سہانے خواب آتے ہیں محسوس ہوتا ہے دوسروں کے خوابوں پر ڈکیتی ڈال رہا ہو۔ایک دن یہ سر پکڑ کر بیٹھا ہوا تھا استفسار پر بتایا کہ بیوی کو خواب آیا کہ اس نے مجھے گھر

سے نکال دیا ہے۔ سننے والے نے قہقہہ لگا کر اس کو تسلی دی۔ آگے سے کہنے لگا نہیں اس کی زبان سیاہ کالی ہے اور اس کی باتیں اکثر سچ ثابت ہوتی ہے۔ اس نے خواب بھی سیاہ رات میں دیکھا ہے لہذا میں گھر سے نکلا کہ نکلا... لہذا اس نے یہ سوچ کر کہ ''کیوں نہ پہلے میں اسے گھر سے نکال دوں کا نظریہ پیش کیا'' اور اپنی زبان کے کالی ہونے کا ثبوت بھی.... شادی سے قبل اس نے اپنی اسی ہونے والی بیوی کو جو شادی سے پہلے لڑکی کہلاتی تھی کو فرنچ ِکس کا اشارہ کیا اور اس کی پاداش میں اپنے ہونے والے سسر سے پینتیس پنچ کھانے کے فوراً بعد معافی کا طلب گار بھی ہوا اور معافی ملنے کے بعد سسر کی جانب سے مارے گئے پنچوں کو بھی ''فرنچ پنچ'' قرار دے دیا... اور ساتھ وضاحت بھی دی کہ جس طرح فرنچ ِکس ہوتی ہے اس۔۔۔۔۔

اسی دلیل کی بنیاد پر کچھ دنوں بعد وہ ''پنچ بیس'' پر شادی کے لئے سلیکٹ بھی ہوگیا...

وقار مجروح سدا جوان رہنے کے خواب دیکھتا رہتا ہے اور زور آور خواب کی تعبیر کے لئے اچھی خوراک اور سردائی وغیرہ کا سہارا بھی لیتا ہے اس لئے اس کا دل جوانی کی منڈھیر میں قدم رکھ چکا ہے۔ اگر یہ خواب میں وزیر اعلیٰ بن گیا تو اس کے صوبے کی عوام اپنے جواں دل میں یہ نعرہ بلند کرے گی... وزیر اعلیٰ کا خواب... B مارکہ خضاب...

اس کے صوبے میں روشن خیالی کا معاملہ بھی بڑی اہمیت اختیار کر جائے گا ورنہ روشن خیالی روشن ملالی میں تبدیل ہونے کے خطرات بھی موجود ہونگے لہذا آنے والے خواب میں اس روشن خیال وزیر اعلیٰ کا خواب ایسی صورت حال بھی اختیار کر سکتا ہے... وزیر اعلیٰ کا خواب .... نا حجاب نا نقاب.... مستقبل میں آنے والے خوابوں میں لازمی بات ہے کہ عوام کی طرف سے بھی کچھ جوابی خواب ضرور وقوع پذیر ہوں ... جس کی تعبیر کے خواب دیکھنا ابھی دور کی نیند لانے کے مصداق ہے...

☆.....☆

جھڑکیں ....

وقار مجروح کے مطابق ہر کس و ناکس کو کہیں نہ کہیں سے بلا وجہ جھڑکیں پڑ ہی جاتی ہیں کسی کو فائیو.جی اور کسی کو فلی لوڈڈ !!!!

وقار مجروح کے نام کی حقیقت یہ ہے کہ ''وقار مجروح'' کے بھائی ''خفت عالم'' کا نام ان کے پھوپھا ''ذلت آفاقی'' نے رکھا تھا جو ''غمگین تبسم'' کے بھائی اور ''شاذ و نادر'' کے بیٹے تھے اور انہوں نے وقار مجروح کا نام رکھا تھا...

اوپر کی مینجمنٹ سے نیچے کی جانب پھسلیں تو بچہ سکول پہنچتا ہے تو جھڑکیوں کی بوچھاڑ کے ساتھ ساتھ ماسٹر جی کے وہ سوٹے بھی کھاتا ہے جو کہ ماسٹر جی نے اپنے ہاتھ میں پاسپورٹ سائز کا پکڑا ہوتا ہے جس کی ''مہر'' کے ثبت ہوتے ہی وہ بعض اوقات ملک عدم بھی سدھار جاتا ہے...اسی طرح کلرک اپنے سپرنٹنڈنٹ سے جھڑکیں کھاتا ہے اور سپرنٹنڈنٹ اپنے افسر باوقار سے اور وہ افسر اپنے ڈپٹی سے کھاتے کھاتے انڈر سیکریٹری تک کا سفر کرتا ہے....اسی طرح نرس ڈاکٹر سے اور ڈاکٹر اپنے ایم ایس سے...اور ایم ایس اپنے سیکریٹری صحت سے....اوپر کی مینجمنٹ سے نیچے کی جانب پھسلیں تو کانسٹیبل کو تھانے دار سے جھڑکیں ..پٹواری کو تحصیل دار سے اور تحصیل دار کو ڈی۔سی۔او سے ڈی سی او کو کہیں اوپر سے....حتیٰ کہ امریکی صدر کو بھی کہیں نہ کہیں سے جھاڑ موصول ہو ہی جاتی ہے...یہ جھڑکیں کھانے والے کی صوابدید پر بھی ہوتا ہے کہ وہ صرف ''فٹے منہ'' کو جھڑک کے زمرے میں لائے یا پھر کسی اور پیرائے میں...جھڑکیں لہجے کے توسط سے پُر امن الفاظ کو بھی میزائل بنا دیتی ہیں آپ کسی کے اچھے نام کو تلخ لہجے میں پکاریں تو برا نتیجہ سامنے آ سکتا ہے جیسے ''سلامت'' !!!

اور سلامت کی تلخی سے آپ کی سلامتی خطرے میں..... جہاں امریکی اور افریقی جھاڑوں کی ساخت میں بڑا فرق محسوس کیا جاسکتا ہے وہاں چائنا کی جھاڑیں ہر لحاظ سے ''ہلکی'' ہوا کرتی ہیں..... یعنی می ہاؤ شی شن..... ایک چینی خاوند کو بیوی سے صرف اس بات پر جھڑک رسید ہو جاتی ہے کہ وہ سب سے چھوٹے شرارتی کو کیوں جھڑک نہیں رہے؟

کئی دفعہ غصہ میں بھری آنکھوں کو اتنا باہر نکال لیا جاتا ہے کہ جھڑک اپنا سامنہ لیکر رہ جاتی ہے ... بعض دفعہ شرافت سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے بھی جھڑک کے چھینٹے پڑ جاتے ہیں ..... جھڑکیں ہوتی کیا ہیں یہ پانی کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف کی رواں ہوتی ہیں؟ دوسری جانب جب جھڑکیں پانی کی طرح اوپر سے نیچے کی جانب سفر کرتی ہیں تو گزارشیں ہوا کی نیچے سے اوپر کی جانب سفر شروع کرنا ہو جاتی ہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے... شاید کچھ معصوم لوگ اس امر سے بھی نابلد ہوں گے کہ کسی نے مجھے مبارک دی ہے یا جھڑک دیا ہے ...

جھڑکوں کا عملی مظاہر دیکھنے کے لئے گزشتہ دھرنوں کی تقاریر میں دلچسپی لینا ذرا ضروری ہے ... حتیٰ کہ شعلہ بیانوں کی جانب سے جھاڑوں کم جھڑکیوں کا یہ نا رُکنے والا لامتناہی سلسلہ اپنے ایک سرے سے دوسرے سرے کی جانب محو سفر رہتا ہے ... جھڑکیں جب اوپر سے نیچے کی طرف وار کرتی ہیں تو اس کے بدلے عاجزانہ گزارشیں التماس نیچے سے اوپر کی طرف سوار ہونا شروع ہو تے ہیں۔ غصیلی جھڑکیوں سے آگ کے شعلوں کا تاثر ملتا ہے اور گڑگڑاتی گزارشوں سے شرم کے پانی کا ... ان میں سے صرف استاد کی جھڑکیں ہی جھاڑ پھونک کا کام دیتی ہیں۔ نازک اداکاریں ہدایت کاروں سے سیسہ پلائی ہوئی جھڑکیں کھاتی ہیں اور وہ اپنے فلمسازوں سے اور یہ فلمساز اپنی ..... کی کرائی ... بیو یول ۔ سے ...

کئی دلیرانہ جھڑکیں تو بغیر کان کھڑے کیے بھی سنی جاسکتی ہیں آخر جھڑکوں کی اس کہانی کا کیا کوئی انجام بھی ہے؟ ایک ذمہ دار شخص گھر سے اس وقت بھاگتا ہے جب اسے گھر پے جھاڑ پلانے کا مشکیزہ نہ ملے۔

گھر سے بھاگتے ہوئے بڑی بڑی شاہراؤں اور چوراہوں پر آپ کو بڑے بڑے نیون سائن بورڈ نظر آتے ہیں جن پر ہماری معزز اداکاراؤں کے 36 میگا پکسل جلوے ہوتے ہیں بھلے یہ اشتہار کسی اشتہاری کا ہی کیوں نہ ہو...ان میں سے ایک ماڈل اور اداکارہ جو نہایت فخر سے یہ کہتی ہے میں نے بل کلنٹن سے پورا آدھا گھنٹہ بھرپور ملاقات کی اور اپنی اس کوشش سے مونیکا لیونکی کا دل خوب جلایا۔اس کے بقول یہ اعزاز کسی دوسری پاکستانی اداکارہ کو حاصل نہیں۔

یہاں یاد آیا مالکہ نے اپنی نوکرانی سے یہ شکایت کی کہ اس کا صاحب اپنی آفس سیکریٹری میں دلچسپی لینے لگا ہے اسی لمحے نوکرانی نے فوراً اپنی مالکن سے وضاحت مانگی... مالکن کیا آپ میرا دل جلانے کے لئے تو یہ بات نہیں کررہیں؟ بحرحال ہماری ''ہوم سیڈ'' مونیکا لیونسکی اس لحاظ سے تمام اداکاراؤں پر سبقت لے گئی۔اگر وہ اپنے آدھے گھنٹے کی اس آپ بیتی کے کتابی شکل دے دیں تو میرے خیال میں یہ کتاب بھی پورے سرکٹ میں کامیاب ہوگی۔

بل کلنٹن امریکہ کے وہ سابق صدر ہیں جنہوں نے اپنی اہلیت کی بجائے اہلیہ سے بھرپور کام لیا۔بقول وقار مجروح شفقت پدری سے محروم یہ اداکارائیں ہمارے لئے جھاڑوں جھگڑوں اور جھلمیلوں کا ایک ذریعہ بن کر رہ گئیں ہیں کیونکہ دل میں جھاڑیں کھانے کے بعد ہمارے منہ سے بے اختیار یہ نکلتا ہے کہ پتا نہیں آج کس منحوس کی شکل دیکھ کر دن کا آغاز ہوا ہے حالانکہ ہم نے سرِ راہ صرف ان اداکاراوں کے سائن بورڈز ہی دیکھے ہوتے ہیں۔

ان بورڈز بنانے والی کمپنیوں سے ''جھڑکانہ'' گزارش ہے کہ بجائے ان اداکاراؤں کے اپنے سائن بورڈز کو اچھے الفاظ اور خوبصورت جملوں کو ایڈورٹائزنگ کا ذریعہ وزینت بنائیں اور ہمارے معاشرے میں پنپنے والی جھاڑوں اور جھڑکیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے کے لئے تعاون کریں گے وگرنہ یہ بھی خوف درپیش ہے کہ ان سائن بورڈز کی نحوست سے خدانخواستہ ہمارے شہر کہیں جھڑکیوں، جھاڑوں اور جھاڑیوں میں تبدیل ہونا شروع نا ہوجائیں ....

☆.....☆.....☆

"ٹرمپ ٹیرر"

ایک وقت تھا جب کسان اپنے کھیت کی حفاظت کے لئے مختلف حربے استعمال کیا کرتے تھے وہ چوروں سے حفاظت کے لئے تو کسی جاندار وغیرہ سے چوکیداری کروا لیتے تھے لیکن پرندوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے اپنے کھیتوں میں ایک بڑے سائز کا بے پرو بیا ساڈھچر لٹکا دیتے تا کہ بعد از واردات کوئی انہیں یہ طعنہ نہ دے سکے کہ ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت'' مگر آج کا کسان اپنے کھیت میں اس scarecrow یا ڈھچر کو خال خال ہی بلند کرتا ہے کیونکہ معصوم چڑیوں کو پہلے ہی ''چگا'' جا چکا ہے۔Scarecrow تیار کرنے کے لئے لکڑی کے ایک ڈھانچے پر لنڈے کے کپڑے چڑھا دیے جاتے ہیں اور عموماً اس کو دیسی لباس کی بجائے بدیسی لباس پہنایا جاتا ہے تا کہ پتہ چلے کہ بدیسی یہاں آ چکے ہیں اور آزادی سورگ باش ہو چکی ہے۔ اس پر چہرہ بھی وحشت ناک لگایا جاتا ہے اور پرندوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ دنیا میں ان کا سب سے بڑا دشمن ان پر حملے کے لئے تیار ہے چنانچہ وہ اس علاقے میں پَر مارنے سے بھی گھبراتے ہیں اور دور ہی سے دُم سادھ لیتے ہیں۔ اگر ڈونلڈ ٹرمپ کی شکل کا ڈھچر کسی کھیت کے کونے میں لگا دیا جائے تو کھیت میں کھاد بھی جاتے ہوئے گھبرائے گی... اسے کہتے ہیں ٹرمپ Terror ...

دراصل ایک مبینہ پانی چور زمیندار اپنی فصل یا غلہ کی حفاظت میں اپنے دل میں بھی ایک علیحدہ چور رکھتا ہے اور یقیناً اسے ایک ایسے چوکیدار کی ضرورت ہوتی ہے جو کام چور بھی نہ ہو مگر یہ ایک با کفایت کام بھی نہیں ہوتا لیکن اگر خدشہ یہ ہو کہ نتیجہ بکری کو پان کی رکھوالی کی صورت بھگتنا پڑے گا تو اسے اپنے ہاں ایک scarecrow یا پتلے کا ڈھچر بلند کرنے جیسی مزید دھوکہ

دھی کا سہارا لینا پڑتا ہے جو کہ بہر حال غیر قانونی یا غیر اخلاقی نہیں ہے فقط ایک بد قطع اور بد لباس آدمی کا پتلا تیار کرنا ہوتا ہے اور اگر یہ میرے دوست وقار مجروح کی شباہت کا لگا دیا جائے تو کسان خوف زدہ ہو کر اپنے ہی چاول چنے کے کھیت میں بھول آتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں کی مختلف انواع کو ڈرانے کا یہ پُتلا !!!

اس ڈراوے ڈھیچر کا حال جس قد پتلا ہوتا ہے اتنا ہی یہ ڈرانے کے لیے'' گاڑھا'' ہوتا ہے۔ تیز ہوا چلنے پر Scarecrow کے کپڑوں سے فضا میں کچھ ایسے سوتی اثرات پیدا ہوتے ہیں کہ جیسے اس نے خود کوے کھائے ہوں۔ یہ دفتر کے اس ملازم کی طرح اصولی محسوس ہوتا ہے جس کا موٹو یہ ہوتا ہے کہ نہ کھاؤں گا نہ کھانے دوں گا لیکن بعد میں پتا چلتا ہے کہ موصوف نے یہ صرف دھوکے کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا بلکہ یہ اس افسر کی طرح بھی ہوتا ہے جس کے دفتر میں اس کو فائدہ پہنچانے والا بھی نہیں جا سکتا۔

چنانچہ اس کی شکل اور آواز کی ہم آہنگی کوے سمیت سب پرندوں کو دم سکیڑنے پر یوں مجبور کر دیتی ہے جیسے ان کی ٹانگ پر بم باندھ دیا گیا ہو۔ اس کا نام کوے کو ڈرانے کی نسبت سے ہی رکھا گیا ہے لیکن کئی کوے بغیر کسی خوف کے اس scarecrow کے پھیلے بازوؤں پر ہی ہنس کی چال چل رہے ہوتے ہیں۔ جس طرح تھوڑا علم بڑے خطرے کا باعث ہوتا ہے اسی طرح کم علم شخص کم ہی کام آتا ہے بلکہ کم علم مریض نیم حکیم کے کاروبار کو بھی بڑھانے کا باعث بھی بنتا جاتا ہے ۔اس کے برعکس بھارت کی فلمی انڈسٹری میں وینا ملک نے اپنے جسمانی ڈھانچے سے لنڈے کے کپڑے اتار کر scarecrow بننے کی کوشش کی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ خود کو اور بھارتی فلم انڈسٹری کو کن کن خطرات سے بچانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ وقت اپنا لباس بدل چکا ہے اب پرندوں کی چہچہاہٹ بھی مفقود ہو چکی ہے اور کھیتوں میں scarecrow کی موجودگی بھی خطرے سے دوچار ہے اب ان کی جگہ نئی قسم کے scarecrow نے لے لی ہے جیسے سرچ لائٹ !!! آجکل کا اعلیٰ ترین سکئر کرو ڈرون بن کر ہواؤں میں اڑتا ہے!!! ریڈار ہی کو

لے لیں اگر کسی ملک کا ریڈار سسٹم ٹھیک ہو تو آہنی پرندے بھی وہاں گھسنے سے گھبراتے ہیں۔ عمران خان بھی دوسری پارٹیوں کے لیے سیاسی scarecrow بن چکے ہیں اور کئی سیاسی زخم خوردہ کوے انجانے میں ان کے بازوؤں پر بیٹھ چکے ہیں۔ شمسی ائر بیس ہمارے لئے ہی scarecrow بنا رہا اور ہم اپنے ہی "کھیت" میں داخل ہونے سے گھبراتے رہے یہاں پر لگا ایک جھنڈا سب کے لئے سکئر کرو بنا ہوا تھا۔ اب بھارت اپنے انداز میں ایشیا کا scarecrow بننے کی کوشش میں ہے۔

کسی ریاست یا اس کے فرد کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانے اور اس کے مطابق اپنی پالیسی وضع کرے اور بھلے ہم اپنے اصل دشمن کو پہچان چکے ہیں لہذا ہمیں اپنے اصل دشمن پر نظر رکھ کر ناراض دوستوں کو منانے میں تامل نہیں کرنا چاہیے اور اچھے کام کو انجام دینے میں اگر دیر ہو جائے تو وہ خطرے کا شکار ہو جاتا ہے جبکہ زیادہ خطرے میں زیادہ ہمت زیادہ کامیابی دیتی ہے۔ جب تک امن امان قائم رکھنے والا Scarecrow نہیں بلند نہیں ہوتا حالات کا اچھا ہونا بھی دور تک نظر نہیں آتا...

☆.....☆.....☆

اقوالِ شیریں

☆ طنز ومزاح میں کچھ لفظوں کے لُغوی معنی ہوتے ہیں اور کچھ کے لَغوی۔

☆ ڈنڈی مارنے والے سے ڈنڈا مارنے والا زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔

☆ ہر بیماری کا کوئی نہ کوئی نام ہوتا ہے لیکن شفاء کو آج تک کسی نے نام نہیں دیا۔

☆ مخالف کی کامیابی میں بعض اوقات اپنی نصرت بھی چھپی ہوتی ہے۔

☆ سر کو جھکنے سے بچانا ہو تو سر دھڑ کی بازی لگا دینا چاہئے۔

☆ ریاضی کے استاد سے کوئی حساب کے بارے میں آٹھوں آٹھ نہیں کر سکتا۔

☆ ہر انسان کے نزدیک بے وقوفی اور دانش مندی کا اپنا اپنا معیار ہوتا ہے۔

☆ انسان کو طبیعت کا کمزور ہرگز نہیں ہونا چاہیے ورنہ اس سے نیت، ذہنیت اور قابلیت سب کمزور ہو جاتے ہیں۔

☆ بعض اوقات جان بچانے کے لیے بھی اپنی جان جوکھوں میں ڈالنا پڑتی ہے۔

☆ کانوں سے بہرے کا المیہ یہ ہوتا ہے کہ اسے کچھ نہیں سنتا اور اس سے بڑا المیہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی سنتا بھی کوئی نہیں۔

☆ ہر کام میں ماہر ہونے کے دعوے دار ماہرین کی راہ میں رکاوٹ ضرور بنتے ہیں۔

☆ جیسے دال کے بغیر غریب کا دسترخوان ''سترخوان'' بن جاتا ہے اسی طرح ہر جاندار کے جسم کا دسترخوان سیل کے بغیر کبھی نہیں بچھتا۔

☆ کئی لوگوں کی قسمت اتنی اچھی ہوتی ہے کہ ان کی سازش سفارش اور گزارش بھی کامیابی

سے ہمکنار ہوتی ہے۔

☆ جب جھڑکیں پانی کی طرح اوپر سے نیچے کی جانب سفر کرتی ہیں تو گزارشیں ہوا کی طرح نیچے سے اوپر کی جانب سفر کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

☆ چمچہ بھی ایک دن تھالی کے بیگن کو نوالہ بنالیتا ہے بشرطِ یہ چائنہ کا نہ ہو۔

☆ مرغی موبائل اور مسائل سے منہ موڑنے والا ہی صحت نظر آتا ہے۔

☆ دستک دعوت اور درخواست دینے کا ہنر جاننے والے بالآخر کامیاب ہو ہی جاتے ہیں۔

☆ کئی دفعہ انسان اختیار، دولت اور مرتبے کے باوجود بھی مار کھا جاتا ہے اور کئی دفعہ شکل عقل اور نقل کے باعث بھی۔

☆ سانپ کو سانپ لڑے زہر کا سینہ سڑے

☆ لاٹھی سے بنا قلم یا قلم کے پیچھے لاٹھی تو تحریر خود بخود طاقت ور ہو جاتی ہے۔

☆ زیادہ خطرے میں زیادہ ہمت زیادہ کامیابی دیتی ہے۔

☆ قوم جتنی بھی طاقتور ہو ایک کمزور حکمران کے ہاتھوں کمزور تر ہو جاتی ہے۔

☆ نوکری کا تعلق نوک زبان سے ہے اچھے انداز سے ہلائیں تو نوکری ہاتھوں ہاتھ مل جاتی ہے اور برے انداز سے ہلاؤ تو اس ہاتھ دھونے بھی پڑ جاتے ہیں۔

☆ ایک کام چور صفائی والے کام چور کی صفائی پیش کرنے میں صفائی سے کام لیتا ہے۔

☆ سود کے سوداگر کے لئے بھی سود کبھی سود مند نہیں ہوا وہ بھی یہ کہتا ملے گا کہ سود کی بات بے سود اور بے سواد ہے۔

☆ کچھ میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ کسی کو بڑے میاں نہ بنا سکیں تو میاں بنا ہی لیتے ہیں۔

☆ علم بھی ایک ہلمٹ ہے جو قوموں کی زندگی کو طوالت بخشتا ہے اور چاروں اطراف سے حفاظت کرتا ہے۔

☆ بادشاہ حجام کے آگے سر جھکانے کو برا نہیں سمجھتا وہ جانتا ہے کہ اس کا سر بھی ایک راجے کے آگے جھکا ہے۔

☆ شیخ صاحب کنجوسی چھوڑ کر سخاوت اختیار کر لیں تو بھی شیخ صاحب ہی کہلائیں گے۔

☆ مزاح نگاری کے لئے زندہ دل لوگوں سے ''مراثم'' ضروری ہوتے ہیں تاکہ ذہنی مشق بھی ہوتی رہے۔

☆ ڈائن سے ڈرا غصہ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

☆ خون فنون اور قانون قوموں کی زندگی اور تاریخ پر اہم اثر ڈالتے ہیں۔

☆ پوچھا گیا ہاتھوں کو نرم رکھنے کے لئے کیا کرتی ہیں کہا گیا انہیں نرم رکھنے کے لئے ہی تو کچھ نہیں کرتی۔

☆ ڈاکٹر صاحب کے پاس ہر سوال کا خوبصورت جواب ہوتا ہے اور مریض کو گھر پہنچ کر سمجھ آتا ہے کہ ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے۔

☆ کئی لوگ جھگڑا کے ارد گرد موجود پائے جاتے ہیں اور ہر اس جگہ پائے جاتے ہیں جہاں اختلاف پایا جاتا ہو۔

☆ کچھ سیاست دانوں کی حکومت نہ بھی ہو لیکن یہ حکومت کے ہوتے ہیں۔

☆ ایک قاتل قتل کے بعد پھانسی لگ کر فنا ہو جاتا ہے اور دوسرا قاتل قتل کے بعد امر ہو جاتا ہے پہلا اپنے مخالف کا قاتل ہوتا ہے اور دوسرا اپنے نفس کا.

☆ تحریر ہو تحقیق ہو یا تکلم ہو اس پر اپنی مرضی کے سچ کا لبادہ اوڑھایا جا سکتا ہے۔

☆ اس کا ظرف بہت چھوٹا ہے بس اتنا کہ اس سے جلتی پر تیل چھڑکنے کا کام لیا جا سکے۔

☆ کسی بھی مقام پر کامیابی کے لئے تعلیم تحمل اور تجربہ اہمیت رکھتا ہے۔

☆ ''ان'' کے ملازموں کے اپنے ٹھاٹ باٹھ ہوتے ہیں اور آنے والے وقت میں ان کے

رابوٹ بھی بڑے اعلٰی میٹریل سے بنے ہوں گے۔

☆ جو تاریخ پر نظر نہیں رکھتا وہ خود تاریخ کی نظروں میں آ جاتا ہے۔

☆ کامل انسان اور کاہل انسان بھلا کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

☆ غلام معاشرے کا ہر فرد خود پسند ہوتا ہے کیونکہ سب غلامی کی ایک ہی وردی میں ہوتے ہیں۔

☆ مزدور کسی بھی فیکٹری کا روپوش پتھر ہوتا ہے اور سارے کاروبار کی عمارت اس کے کاندھوں پر کھڑی ہوتی ہے۔

☆ یہ اینٹ کی قسمت کی ''بنیاد'' پر ہوتا ہے کہ اسے Base میں روپوش ہونا ہے یا Face کی زینت بنتا ہے۔

☆ تعلیم کے بغیر کامیابی اس خون کی طرح ہوتی ہے جس کی مقدار تو پوری لیکن اس کا ہیموگلوبن کم ہوتا ہے۔

☆ کچھ بادشاہ موسیقی کے اتنے دلدادہ تھے کہ اپنے مخالف کی اینٹ سے اینٹ بجا کر بھی سولہ ماترے کا ٹھیکہ لگا لیتے تھے۔

☆ گاہکوں کو اپنے ''دام'' میں پھانسنے کے لئے ایک دام کا لوگو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ وقار مجروح کہتا ہے کہ وہ ایک محنتی انسان ہے اور اس نے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔

''کام چوری کے آسان طریقے''

☆ وہ جو کہتے تیرے اسلوب کے کیا ہی کہنے

میرے دلبر مرے محبوب کے کیا ہی کہنے

☆ حکومت کے ایسے انتظامات ہونا چاہئے کہ ڈاکٹر دوائی دے اور مریض دہائی نہ دے۔

☆ پودا جب نشونما پا کر درخت بن جاتا ہے تو پھر اپنے لئے اسے پانی کا منبع خود تلاش کرنا

پڑتا ہے ورنہ وہ سوکھ جاتا ہے اور بالآخر جلا دیا جاتا ہے۔

☆ اگر آپ کی شخصیت ''شہد'' کی مانند ہے تو عمر رسیدگی یا گزرا وقت اور بیتے لمحات آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ کئی اشیاء وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قیمتی ہو جاتی ہیں۔

☆ صرف آنکھوں سے انسان کی پروفائل ظاہر ہو رہی ہوتی ہے اگر کسی کی اپنی آنکھوں میں مٹی پڑی ہو تو وہ دوسرے کی مٹی پلید کرنے میں دیر نہیں لگاتا مگر کچھ ایسے بھی طوطا چشم ہوتے ہیں جو اُن آنکھوں میں بھی خاک جھونک دیتے ہیں جنھوں نے زمانے کی خاک چھانی ہو۔

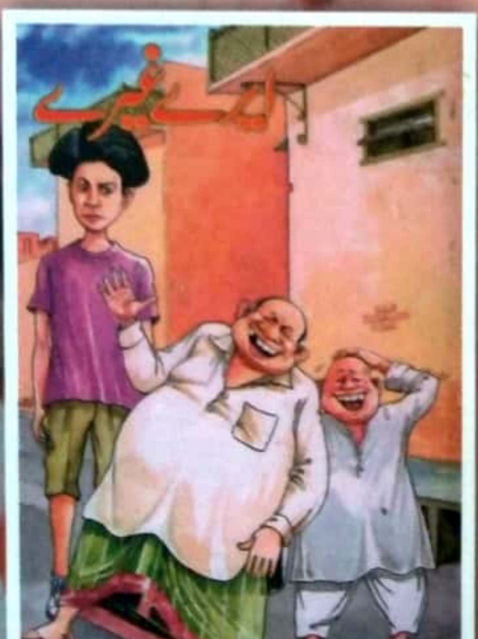
☆ دولت مند بننے کے بعد پہلا فعل دوستوں کو دولتی مارنا ہوتا ہے۔

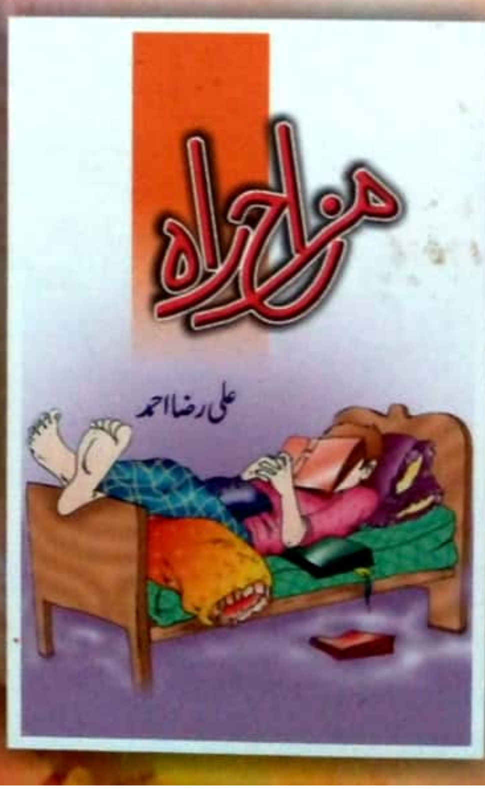
☆ تیراک، چالاک اور خوش خوراک کے چیلنج سوچ سمجھ کر قبول کرنا چاہئے۔

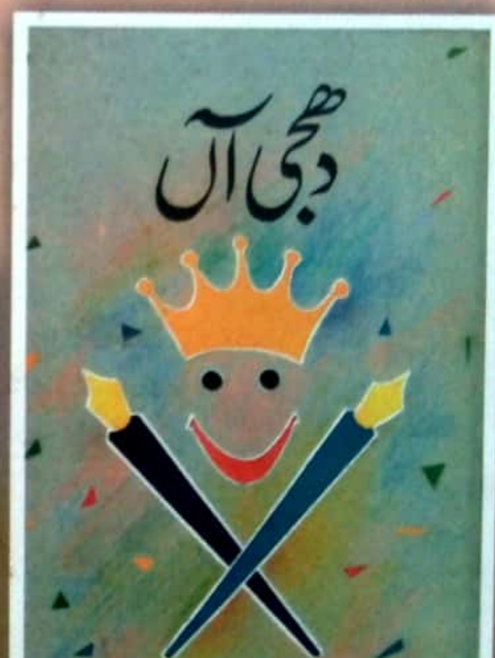
☆ بطرف صحنِ عریض خانقاہ چشت غوث فریدؒ پاکپتنی کی ڈیوڑھی ژالہ باری سے مزید جاذب نظر لگتی ہے۔ (ذیل جملے میں اردو کے تمام حروف تہجی الف سے ے تک موجود ہیں)

☆.....☆.....☆




علی رضا احمد


مزاح راہ
علی رضا احمد


دھجی آں
علی رضا احمد